﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿……اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿……عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد21 | جمعۃ المبارک05دسمبر 2014ء — 12/صفر 1436 ہجری قمری ❁ 05/فتح 1393 ہجری شمسی | شمارہ49

حُسنِ نظر عطا ہونے کی دعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یہ دعا سکھائی:

اے اللہ جب تک تو مجھے زندہ رکھے ہمیشہ گناہ چھوڑنے کے لئے مجھ پر خاص رحمت فرما۔ اور میرے سے لایعنی باتوں کے بالا رادہ سرزد ہونے کے بارہ میں مجھ پر رحم فرما۔ اور مجھے ایسا حُسنِ نظر عطا فرما جس سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب فی دعاء الحفظ حدیث نمبر:8493)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

نماز میں لذّت کے لئے عمدہ نسخہ۔ موت کو یاد رکھو

ایک شخص نے عرض کی کہ مجھے نماز میں لذّت نہیں آتی۔

فرمایا کہ:"موت کو یاد رکھو۔ یہی سب سے عمدہ نسخہ ہے۔ دنیا میں انسان جو گناہ کرتا ہے اُس کی اصل جڑ یہی ہے کہ اُس نے موت کو بھلا دیا ہے۔ جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے وہ دنیا کی باتوں میں بہت تسلّی نہیں پاتا۔ لیکن جو شخص موت کو بھلا دیتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کے اندر طولِ اَمل پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ لمبی لمبی امیدوں کے منصوبے اپنے دل میں باندھتا ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ جب کشتی میں کوئی بیٹھا ہوا ور کشتی غرق ہونے لگے تو اُس وقت دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ کیا ایسے وقت میں انسان گناہگاری کے خیالات دل میں لاسکتا ہے؟ ایسا ہی زلزلہ اور طاعون کے وقت میں چونکہ موت سامنے آجاتی ہے اس واسطے گناہ نہیں کر سکتا اور نہ بدی کی طرف اپنے خیالات کو دوڑا سکتا ہے۔ پس اپنی موت کو یاد رکھو۔"

(ملفوظات جلد9 صفحہ 318۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

سلام وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو

ایک دوست نے عرض کی کہ مخالفین نے ہم کو سلام کہنا چھوڑ دیا۔

فرمایا:"تم نے اُن کے سلام سے کیا حاصل کر لینا ہے۔ سلام تو وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ خدا تعالیٰ کا سلام وہ ہے جس نے ابراہیمؑ کو آگ سے سلامت رکھا۔ جس کو خدا کی طرف سے سلام نہ ہو بندے اس پر ہزار سلام کریں اس کے واسطے کسی کام نہیں آسکتے۔ قرآن شریف میں آیا ہے: سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ۔ (یٰس:59)

ایک دفعہ ہم کو کثرتِ پیشاب کے باعث بہت تکلیف تھی۔ ہم نے دعا کی۔ الہام ہوا: اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ۔

اُسی وقت تمام بیماری جاتی رہی۔ سلام وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ باقی سب رسمی سلام ہیں"۔

(ملفوظات جلد9 صفحہ 318۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

حضرت حج کو کیوں نہیں جاتے

ایک شخص نے عرض کی کہ مخالف مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحبؑ حج کو کیوں نہیں جاتے؟

فرمایا:"یہ لوگ شرارت کے ساتھ ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے۔ صرف دو دن کا راستہ مدینہ اور مکّہ میں تھا مگر آپؐ نے دس سال میں کوئی حج نہ کیا حالانکہ آپ سواری وغیرہ کا انتظام کر سکتے تھے۔ لیکن حج کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو۔ وہاں تک پہنچنے اور امن کے ساتھ حج ادا کرنے کے وسائل موجود ہوں۔ جب وحشی طبع علماء اس جگہ ہم پر قتل کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور گورنمنٹ کا بھی خوف نہیں کرتے تو وہاں یہ لوگ کیا نہ کریں گے۔ لیکن ان لوگوں کو اس امر سے کیا غرض ہے کہ ہم حج نہیں کرتے۔ کیا اگر ہم حج کریں گے تو وہ ہم کو مسلمان سمجھ لیں گے؟ اور ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے؟ اچھا یہ تمام مسلمان علماء اوّل ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ اگر ہم حج کر آویں تو وہ سب کے سب ہمارے ہاتھ پر توبہ کر کے ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے مرید ہو جائیں گے۔ اگر وہ ایسا لکھ دیں اور اقرار حلفی کریں تو ہم حج کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے اسباب آسانی کے پیدا کر دے گا تا کہ آئندہ مولویوں کا فتنہ رفع ہو۔ ناحق شرارت کے ساتھ اعتراض کرنا اچھا نہیں ہے۔ یہ اعتراض اُن کا ہم پر نہیں پڑتا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی پڑتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف آخری سال میں حج کیا تھا۔"

(ملفوظات جلد9 صفحہ 325-324۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

لڑکے کی بسم اللہ

ایک شخص نے بذریعہ تحریر عرض کی کہ ہمارے ہاں رسم ہے کہ جب بچے کو بسم اللہ کرائی جاوے تو بچے کو تعلیم دینے والے مولوی کو ایک عدد تختی چاندی یا سونے کی اور قلم و دوات چاندی یا سونے کی دی جاتی ہے۔ اگرچہ مَیں ایک غریب آدمی ہوں مگر چاہتا ہوں کہ یہ اشیاء اپنے بچے کی بسم اللہ پر آپ کی خدمت میں ارسال کروں۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا: تختی اور قلم و دوات سونے یا چاندی کی دینا یہ سب بدعتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے اور باوجود غربت کے اور کم جائیداد ہونے کے اس قدر اسراف اختیار کرنا سخت گناہ ہے۔

(ملفوظات جلد9 صفحہ 349-348۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

دریائی جانور

سوال پیش ہوا کہ دریائی جانور حلال ہیں یا نہیں؟ فرمایا:"دریائی جانور بے شمار ہیں۔ ان کے واسطے ایک ہی قاعدہ ہے جو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمادیا ہے کہ جو اُن میں سے کھانے میں طیّب، پاکیزہ اور مفید ہوں اُن کو کھالو، دوسروں کو مت کھاؤ"

(ملفوظات جلد9 صفحہ 349۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا 32واں سالانہ اجتماع 2014ء

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا انصار سے پُر معارف خطاب اور نہایت اہم نصائح

سالانہ مجلس شوریٰ، علمی وورزشی مقابلوں اور رُوح پرور ماحول میں تربیتی و تعلیمی اجلاسات کا انعقاد

(رپورٹ: فرخ سلطان محمود)

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا 32واں سالانہ اجتماع نہایت کامیابی کے ساتھ مسجد بیت الفتوح مورڈن کے احاطہ میں 17، 18اور 19اکتوبر 2014ء کو منعقد ہوا۔ پہلے روز سالانہ مجلس شوریٰ کا بھی انعقاد عمل میں آیا۔

اجتماع کے تینوں ایام میں نہایت روح پرور ماحول میں برطانیہ کے طول وعرض سے تشریف لانے والے 2200 سے زائد انصار کے علاوہ خدام اور بچوں کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہوئی۔ اجتماع کا مرکزی اجلاس 19 اکتوبر کی سہ پہر سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیرصدارت منعقد ہوا۔ حضور انور نے اپنے خطاب میں انصار کو اُن کی اجتماعی اور انفرادی ذمہ داریوں کی طرف نہایت احسن رنگ میں توجہ دلائی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں سلسلہ احمدیہ کے قیام کی اغراض بیان کرتے ہوئے احباب جماعت کو اپنی زندگیوں میں عملی تبدیلی لانے کے بارے میں نصائح فرمائیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ انصاراللہ کے معنی اللہ کے مددگار ہونے کے ہیں اس لئے ہر ناصر کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی سچی اور پُرامن تعلیم کے اظہار کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو صرف کردے۔ اپنی عمر کے اس حصے میں انصار کو چاہیئے کہ وہ اپنے تجربات اور تدبر سے اللہ کے دین کے حقیقی مددگار بن کر سامنے آئیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہے اور تمام طاقتوں کی جامع اُس کی ہی ذات ہے تاہم یہ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں یہ موقع دیا ہے کہ ہم اُس کے دین کی خدمت بجالائیں اور اس کی اشاعت کریں تاکہ اُس کے افضال اور انعامات کے حقدار قرار پاسکیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ بیشک یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات اور نصرت سے شروع فرمایا ہے اور تائیدات اور نصرت کے نظارے دکھا بھی رہا ہے لیکن ہم سے بھی مطالبہ ہے کہ اس سلسلہ کی غرض و غایت پر نظر رکھیں اور جہاں دنیا کو ان اغراض سے آگاہ کریں، خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا دنیا میں اعلان کرکے اسے اس طرف بلائیں، اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا کو بتائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ اور خاتم الرسل ہونے کا ادراک مسلمانوں اور غیرمسلموں میں پیدا کریں، وہاں اپنے بھی جائزے لیں کہ توحید کس حد تک ہم میں راسخ ہے اور ہم تسبیح وتحمید کی طرف توجہ کرتے ہیں؟ اسلام کی خوبصورت تعلیم پر ہم کتنا عمل کررہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہمیں کس حد تک درود بھیجنے کی طرف مائل رکھتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو اپنانے کی طرف ہم توجہ دیتے ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

حضور انور نے دنیا کے مختلف ممالک میں اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید اور لوگوں کی براہ راست احمدیت کی صداقت کی طرف رہنمائی کے ایمان افروز واقعات بھی بیان فرمائے اور انصار کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو تمام دنیا کے دن پھیر سکتا ہے لیکن ہمارے ذمہ اس نے یہ کام لگایا ہے کہ تم بھی اپنی حالتوں کو بدلو۔ اپنے عملوں کو بدلو۔ اپنی تبلیغ کے ساتھ اپنے نمونوں کو اس طرح بناؤ جو اُسوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے قائم فرمایا ہے تاکہ تمہاری کوششوں کو پھل بھی لگیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی تم جزا پانے والے ہو۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایک بہت بڑی غرض ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام مبعوث ہوئے اور یہ سلسلہ قائم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وعزت کا قیام تبھی ہوگا جب ہم اپنی حالتوں کو حقیقی رنگ میں اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گے۔ عبادتوں کے معیار ہیں۔ دوسروں کے حقوق ہیں۔ ان باتوں کا مختلف اوقات میں ذکر کرتا رہتا ہوں، آپ کو یاددہانیاں بھی کروائی جاتی ہیں۔ ان کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ پس پہلا کام تو ہمارا یہ ہے کہ ان باتوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا کر دنیا کو دکھائیں۔ اور یہی چیز ہے جو دنیا کو بتائے گی کہ اس نبی کے نمونے پر چلنے کی بھرپور کوشش جو ہم کرتے ہیں اور خاص لگن اور شوق اور کوشش سے کرتے ہیں یہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے کا ثبوت ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ الٰہی تقدیروں میں سے ایک تقدیر ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم نے غالب آنا ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے ذریعہ سے غلبہ کے سامان فرمائے ہیں۔ پس یہ ہماری ذمہ داری ہے خاص طور پر انصاراللہ کی کہ اپنی حالتوں کو دین اسلام کی تعلیم کے مطابق ڈھال کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہوئے توحید کے قیام کے لئے اپنی تمام تر طاقتوں کو استعمال کریں اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اس کی حکومت اپنے دلوں پر قائم کریں۔ اور یہ نمونے پھر اپنی نسلوں کے لئے پیش کریں۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے حقیقی انصار بنیں۔

خطاب کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اجتماعی دعا کروائی اور اس کے بعد نیشنل عاملہ اور دیگر عہدیداران کے ساتھ گروپ تصاویر کا پروگرام ہوا۔ اور اس کے ساتھ یہ اجتماع خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت روح پرور ماحول میں اپنے اختتام کو پہنچا۔

(حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب کا مکمل متن حسب سابق آئندہ کسی اشاعت میں شائع کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔)

اجتماع کے تینوں دن نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی۔ نماز فجر کے بعد درس (قرآن، حدیث اور ملفوظات) کا پروگرام ہوتا رہا۔ ناشتہ کے بعد روزانہ دس بجے اجتماع کی کارروائی کا آغاز کیا جاتا۔ جمعۃ المبارک کے روز مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوا جس کی کارروائی نماز جمعہ اور کھانے کے وقفہ تک جاری رہی۔ اور نماز جمعہ وعصر کے بعد دوبارہ شروع ہوکر قریباً پونے سات بجے شام تک جاری رہی۔ محترم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ یوکے نے مجلس شوریٰ سے افتتاحی اور اختتامی کلمات کہے اور ممبران شوریٰ کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف احسن رنگ میں توجہ دلائی اور تجاویز پر بحث کے دوران بھی بحیثیت صدر، مجلس شوریٰ کی کارروائی کے دوران ممبران کی ہر پہلو سے راہنمائی کی۔

مغرب اور عشاء کی نمازوں کی باجماعت ادائیگی کے بعد شام ساڑھے سات بجے اجتماع کی افتتاحی تقریب مسجد بیت الفتوح مورڈن کے احاطہ میں نصب وسیع و عریض مارکی میں منعقد ہوئی۔ افتتاحی اجلاس کی صدارت مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے کی۔ مجلس انصاراللہ اور برطانیہ کے قومی پرچم لہرائے جانے کے بعد دعا ہوئی۔ جس کے بعد کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم رفیع احمد شاہنواز صاحب نے کی۔ مکرم نسیم جمال صاحب نے آیات کریمہ کا انگریزی ترجمہ پیش کیا اور مکرم منصور احمد چودھری صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام سے چند اشعار خوش الحانی سے سنائے۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے انگریزی میں تقریر کرتے ہوئے انصار کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے کہا کہ اس ملک میں رہنے کی وجہ سے ہم پر بعض فرائض عائد ہوتے ہیں تاکہ ہم اُن انعامات پر شکر ادا کرسکیں جو یہاں رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر نازل کئے ہیں۔ مکرم امیر صاحب نے والدین سے حسن سلوک کی طرف بھی قرآنی ارشادات کی روشنی میں توجہ دلائی اور اس حوالہ سے بعض افسوسناک معاشرتی پہلوؤں کا ذکر کیا۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ ہمیں اپنے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کرنی چاہیئے کہ وہ ہمارے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں۔ اسی طرح مالی قربانی کی تحریک کرتے ہوئے مساجد کی تعمیر کے حوالہ سے آپ نے بتایا کہ حضور انور ایدہ اللہ نے برطانیہ میں تین نئے مراکز کے قیام کی منظوری دی ہے جو مچم (لندن)، لورپول اور لیوٹن میں قائم کئے جائیں گے۔ جبکہ ساؤتھ ویلز میں انصاراللہ کی مدد سے مسجد کے قیام کا منصوبہ بھی جاری ہے۔

ساڑھے آٹھ بجے مکرم رانا مشہود احمد صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ یوکے نے 'ذکرِ حبیب' کے موضوع پر انگریزی میں تقریر کی۔ آپ نے عبادات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اس فرمانِ الٰہی کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میری محبت چاہیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا جائزہ لیں تو عبادت کا معیار انتہائی بلند نظر آتا ہے۔ آپ نے اپنی تقریر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعودؑ اور صحابہ کی ایسی مثالیں بیان کیں جن سے نماز کی اہمیت پوری طرح واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ نے بھی ایک موقع پر فرمایا ہے کہ خلافت کے نظام سے فائدہ اٹھانے کے لئے قیام نماز پہلی شرط ہے۔

رات قریباً 9 بجے یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔

ہفتہ اور اتوار کے دونوں دن ناشتہ کے بعد بیک وقت مختلف علمی اور ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد عمل میں آتا رہا۔ اس موقعہ پر منعقد ہونے والے علمی مقابلہ جات میں تلاوت، نظم خوانی، تقریر، فی البدیہہ تقریر، پیغام رسانی اور حفظ قرآن کے مقابلے شامل تھے جبکہ ورزشی مقابلوں میں والی بال، رسّہ کشی اور گولہ پھینکنا کے علاوہ ایتھلیٹکس سے متعلق بعض دیگر مقابلے بھی ہوئے۔

ہفتہ کے روز بعد دوپہر محترم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ یوکے کی زیرصدارت منعقد ہونے والے اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حبیب الرحمٰن غوری صاحب نے کی۔ آیات کریمہ کے انگریزی ترجمہ اور نظم کے بعد محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے حوالہ سے نہایت دلنشیں تقریر کی۔ آپ نے بتایا کہ مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب میں مذہب اور اخلاق کی دنیا میں ایک سو بااثر شخصیات کا انتخاب کیا ہے جس میں اُس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور گوتم بدھ کو بھی شامل کیا ہے۔ محترم میر صاحب موصوف نے ان تینوں شخصیات کے تقابلی جائزہ سے ثابت کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اثرات کے مقابلہ میں دنیا کا کوئی شخص دُور دُور تک نظر نہیں آسکتا۔ آپ نے مزید کہا کہ سیرت رسولؐ کا اصل مأخذ قرآن کریم ہے جبکہ احادیث اس کی تشریح اور تفسیر کرتی ہیں۔ پونے چار بجے یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

پھر شعبہ تبلیغ اور شعبہ مال میں نمایاں کارکردگی دکھانے والے انصار کی مختصر تقاریر ہوئیں اور مکرم مرزا تنویر احمد صاحب زعیم ناربری، مکرم امتیاز احمد صاحب زعیم پٹنی، مکرم آغا حبیب اللہ صاحب، مکرم شیخ آفتاب احمد صاحب آف تھارنٹن ہیتھ نے اپنے تجربات بیان کئے۔ مکرم شکیل بٹ صاحب قائد تبلیغ مجلس انصاراللہ یوکے نے مجلس کی کارکردگی کے چند روشن پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ کتاب ''لائف آف محمدؐ'' اب تک ایک لاکھ تین ہزار کی تعداد میں طبع کرواکر اس میں سے 45 ہزار کی تعداد میں اب تک تقسیم بھی کی جاچکی ہے جبکہ تقسیم کی جانے والی دیگر کتب اور پمفلٹس کی تعداد اس کے علاوہ ہزاروں میں ہے۔ آپ نے تبلیغی نشستوں، تبلیغی سٹالز، مجالس سوال و جواب اور بیعتوں کی تعداد سے متعلق کوائف بھی بیان کئے۔ اس دوران مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن اور مکرم امیر صاحب یوکے نے بھی مختصراً چند ضروری امور بیان کئے۔

قریباً 5 بجے مکرم امداد الرحمٰن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش نے اپنی تقریر میں بنگلہ دیش میں جاری جماعت احمدیہ کی مخالفت اور اس کے جواب میں جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کی قربانیوں کا تذکرہ کیا۔ بنگالی احمدیوں کے جذبۂ قربانی کو بیان کرتے ہوئے موصوف مقرر کئی بار جذبات سے مغلوب ہوگئے اور آپ نے کئی ایمان افروز واقعات بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے اس دعویٰ کی تصدیق کی جس میں حضورؑ فرماتے ہیں کہ جنت صرف مرنے کے بعد نہیں بلکہ اسی زندگی میں مل جاتی ہے۔ آپ نے بتایا کہ بیعتوں کے حصول کے لئے دعائیں کرنا اور رات کو گریہ وزاری کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور تڑپنا بہت ضروری ہے۔

ساڑھے پانچ بجے مکرم ڈاکٹر شبیر احمد بھٹی صاحب ڈائریکٹر ہیومینٹی فرسٹ نے ادارہ کی خدمات خصوصاً ایبولا

باقی صفحہ نمبر 15 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات، گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر326

مکرم ابراہیم شویکی صاحب(2)

قسطِ گزشتہ میں ہم نے مکرم ابراہیم شویکی صاحب کے احمدیت کی طرف سفر کا ایک حصہ بیان کیا تھا۔اس قسط میں ان کے اس سفر کے باقی واقعات کا تذکرہ ہوگا۔

گر کفر ایں بود......

مکرم ابراہیم صاحب بیان کرتے ہیں:

کبابیر سے لائی ہوئی کتب کے مطالعہ کے بعد میں ایک جمعرات کے روز دوبارہ کبابیر جا پہنچا۔اگلی صبح شریف صاحب نے مجھے اپنے دفتر میں بلا کر خدا تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک قصیدہ سنایا۔یہ کلام نہایت مؤثر اور اچھوتا تھا۔میں نے یہ قصیدہ سنتے ہی محمد شریف صاحب سے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ اور اسکے رسول کی ایسی مدح سرائی کرنے والا کافر ہے تو میں بھی ایسا ہی کافر بننا چاہتا ہوں۔میں مطمئن تو ہو ہی چکا تھا لیکن اس قصیدہ نے مجھے اگلا قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا اور میں نے کہا کہ میری تسلی ہوگئی ہے اور میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

شریف صاحب نے مجھے کہا کہ بیت المقدس میں بہت متشدد لوگ رہتے ہیں اور وہ تمہارا جینا حرام کر دیں گے۔اس لئے بہتر ہے کہ آپ یہاں حیفا میں منتقل ہوجائیں۔میں پر جوش تھا اور سچائی پھیلانے کی تڑپ تھی۔اس لئے میں نے کہا کہ میں کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کروں گا اور حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کو بیت المقدس میں پھیلا کر رہوں گا۔چنانچہ میں فوراً باہر نکل کر مسجد احمدیہ کبابیر میں گیا اور اپنی بیعت کا اعلان کر دیا۔وہاں موجود احباب نے گلے مل کر مجھے مبارکبادیں دیں۔

اللہ اس جماعت کے ساتھ ہے

اگلے روز نماز فجر کے بعد میں مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر سمندر کی جانب دیکھ رہا تھا کہ میری نظر آسمان پر چلتے ہوئے ایک بادل پر پڑی۔ایسے لگتا تھا کہ نیلے آسمان پر سفید رنگ سے کسی نے لفظِ ''اللہ'' لکھ دیا ہو۔بادل کا یہ ٹکڑا ہوا کے دوش پر چلتے ہوئے مسجد احمدیہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔مسجد تک اس کی یہی صورت قائم رہی۔پھر جب وہ مسجد کے اوپر سے ہو کر آگے گیا تو کوئی اور شکل اختیار کر لی۔میں نے اس نظارے سے نیک فال لی اور یہی سمجھا کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے یہ اطمینان بخش اشارہ تھا کہ اللہ اس جماعت کے ساتھ ہے۔

سارے کبوتر مر گئے

بیت المقدس واپسی کے بعد میں نے اپنے اہل واقارب میں اپنے احمدی ہونے کا اعلان کر دیا جس کے نتیجہ میں بحث و مباحثات تو ہوئے لیکن کسی پر کچھ اثر نہ ہوا۔

اسی عرصہ میں میری اپنے ایک دوست کے ساتھ بحث ہوئی۔اس کے اور میرے درمیان قدرے مشترک یہ تھا کہ ہم نے کبوتر پالے ہوئے تھے۔میرا یہ دوست جماعت کے بارہ میں کچھ سننے کی بجائے اس کی تکفیر پر مصر تھا۔میں نے اسے کہا کہ پہلے آپ احمدیوں کے عقائد کے بارہ میں تحقیق کر لیں، پھر اگر ان عقائد کو کفر اور گمراہی کا مجموعہ سمجھیں تو بے شک فتویٰ لگائیں۔لیکن اس نے میری بات سننے سے انکار کر دیا۔اس وقت میں نے تنگ آ کر کہہ دیا کہ پھر خدا ہی میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ کرے۔اور ہم میں سے جھوٹے کے کبوتر مر جائیں۔میرے دوست کے لئے یہ بات چھوٹی نہ تھی کیونکہ اس کا اپنے کبوتروں کے ساتھ تعلق غیر معمولی تھا۔

پھر یوں ہوا کہ آہستہ آہستہ اس کے کبوتر مرنے شروع ہوئے اور کچھ عرصہ کے بعد سوائے ایک جوڑے کے اس کے تمام کبوتر مر گئے۔عجیب بات یہ ہے کہ یہ بچ جانے والا جوڑا کچھ عرصہ قبل میں نے اسے تحفہ میں دیا تھا۔

اس واضح نشان کے باوجود میرا یہ دوست تکفیر و تکذیب بھری معاندانہ روش پر قائم رہا۔

مقاطعہ اور تکفیر کا آغاز

مَیں نے بیعت تو کر لی تھی لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ غیر احمدی امام کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا میں آئمہ مساجد سے نفرت کے باوجود اپنے سابقہ طریق کے مطابق نماز مسجد میں ہی ادا کرتا رہا۔ایک روز میں مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جا رہا تھا کہ راستے میں مجھے خیال آیا کہ میں اس امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز کیسے ادا کر سکتا ہوں جو حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مکفّر ہے۔مسجد میں پہنچنے سے پہلے ہی میں نے ہانی طاہر صاحب کو فون کر کے اس بارہ میں راہنمائی چاہی تو انہوں نے بتایا کہ یہ تو جائز نہیں ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس سے منع فرمایا ہے۔چنانچہ میں نے فوراً اپنی اہلیہ کو فون کر کے کہا کہ وہ خود بھی تیار ہو جائے اور بچوں کو بھی تیار کر دے کیونکہ آج سے ہم گھر میں ہی باجماعت نماز ادا کیا کریں گے۔

غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑنا تھا کہ مخالفت کا بازار گرم ہو گیا۔میرا مقاطعہ کیا گیا اور تکفیر کا سلسلہ ہر طرف سے شروع ہو گیا حتی کہ میرے بچے بھی گالی گلوچ، مار کٹائی اور حقارت آمیز سلوک سے محفوظ نہ رہ سکے۔

مناظرے

مَیں نے اپنے رشتہ داروں اور مخالفین پر اتمام حجت کی خاطر وہاں پر تین مناظرے بھی کروائے جن میں محمد شریف عودہ صاحب اور ہانی طاہر صاحب کو بلایا۔پہلا مناظرہ میرے کزن فوزی شویکی کے گھر پر ہوا جس کے بعد فوزی شویکی صاحب نے بیعت کر لی۔

دوسرا مناظرہ القدس کے ایک مقام ''العیزریۃ'' پر ہوا جس میں ہمارے مدّ مقابل میرے ایک رشتہ دار مولوی الشیخ محمد شویکی تھے۔ان کو ہم پر اتنا غصہ تھا کہ اگر ان کا بس چلتا تو نہ جانے وہ کیا کر گزرتے۔تاہم یہ کمی انہوں نے بدزبانی اور سخت گوئی میں پوری کر لی۔بہرحال، خدا تعالیٰ نے ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

تیسرا مناظرہ قدیم بیت المقدس کی ایک ایسی مسجد میں ہوا جو ''جُلجُتّہ'' پہاڑ پر واقع ہے۔یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب دینے کی کوشش کی گئی۔عجیب اتفاق کی بات ہے کہ اسی مقام پر ہونے والے مناظرہ کے دوران مسیح محمدی کے غلاموں پر بھی حملہ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا۔

''جُلجُتّہ'' اور سری نگر کی مشابہت

{قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ عبرانی زبان میں ''جُلجُتّہ'' کو ''گلگتا'' کہتے ہیں جس کا معنی ہے: ''کھوپڑی کی جگہ''۔چنانچہ انجیل میں لکھا ہے کہ:

☆ ''یسوع اپنی صلیب اٹھا کر **کھوپڑی کے مقام** کی طرف روانہ ہوا جسے عبرانی زبان میں گلگتا کہتے ہیں۔'' (یوحنا باب 19 آیت 17)

☆ ''اور گلگتا نام کے مقام پر پہنچے جس کا مطلب ہے **کھوپڑی کی جگہ**۔'' (متی باب 27 آیت 33)

''جُلجُتّہ'' یا گلگتا کا معنی کھوپڑی کی جگہ ہے۔یہی معنی سری نگر کا ہے۔''سری'' یعنی کھوپڑی، اور ''نگر'' یعنی جگہ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''جیسا کہ گلگتہ یعنی سری کے مکان پر حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا گیا تھا ایسا ہی سری کے مکان پر یعنی سرینگر میں اُنکی قبر کا ہونا ثابت ہوا۔یہ عجیب بات ہے کہ دونوں موقعوں میں سری کا لفظ موجود ہے۔یعنی جہاں حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر کھینچے گئے اُس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے اور جہاں اُنیسویں صدی کے اخیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر ثابت ہوئی اُس مقام کا نام بھی گلگت یعنے سری ہے۔اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ گلگت کہ جو کشمیر کے علاقہ میں ہے یہ بھی سری کی طرف ایک اشارہ ہے۔غالبًا یہ شہر حضرت مسیح کے وقت میں بنایا گیا ہے اور واقعہ صلیب کی یادگارِ مقامی کے طور پر اس کا نام گلگت یعنی سری رکھا گیا۔'' (مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 55) (ندیم)}

رشتہ داروں کا موقف

مذکورہ بالا مناظروں کے بعد بیت المقدس میں جماعت احمدیہ کا نام پھیلنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ عام مولوی حضرات اور مسجد اقصیٰ کے آئمہ بھی اپنے وعظوں میں جماعت کے خلاف بولنے لگے۔

جب جماعت کے کفر کے بارہ میں مولویوں کے فتوے پھیلے تو لوگ میرے عزیز و اقارب کو یہ کہہ کر میرے خلاف کارروائی پر انگیخت کرنے لگے کہ: تمہاری اپنے رشتہ دار کے کفر پر خاموشی حیرت انگیز ہے؟ تم کب تک اپنے ماتھے پر حقارت کا کلنک اور دامن پر ذلت کا دھبہ لئے بیٹھے رہو گے؟ اسے واپس لانے کی کوشش کرو بصورت دیگر اسے ختم کر کے اپنے خاندان پر لگے اس داغ کو دھو ڈالو۔

لوگوں کی باتوں سے تنگ آ کر میرے رشتہ داروں نے مجھے بلا کر احمدیت ترک کرنے کا کہا۔میں نے کہا کہ میں آپ کا مطالبہ ماننے سے قاصر ہوں کیونکہ حقیقت آپ کی سوچوں اور مولویوں کے فتاوی کے برعکس ہے۔میں نے عقائد کے بارہ میں کچھ بیان کرنا شروع کیا تو انہوں نے سننے سے انکار کر دیا۔میں نے انہیں خدا تعالیٰ سے دعا کر کے راہنمائی حاصل کرنے کا مشورہ دیا تو انہوں نے میری اس تجویز کو بھی یہ کہتے ہوئے ردّ کر دیا کہ جب تمام مولوی اس جماعت کو کافر قرار دے رہے ہیں تو پھر شک کس بات کا ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے راہنمائی کی ضرورت ہے؟

والدین اور بھائیوں کا موقف

ایک روز میں اپنے بیٹے احمد کے ساتھ اور میرا کزن فوزی شویکی اپنے بیٹے محمد کے ساتھ بیت المقدس میں جماعت کے بارہ میں تعارفی لٹریچر تقسیم کرنے کے لئے گئے۔اس روز ہم نے بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح میں تقریبًا ایک ہزار لوگوں میں یہ لٹریچر تقسیم کیا۔اس کے چند روز بعد ہی جب میں کام سے واپس لوٹا تو معلوم ہوا کہ گھر کے باہر کھڑی ہوئی میری کار چوری ہو گئی ہے۔جب کار کا کہیں سراغ نہ ملا تو میرے غیر احمدی بھائیوں نے مجھے کار خرید کر دینے کی پیشکش کی۔میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو مجھے کار کی رقم ادھار دے دو اور میں کچھ عرصہ کے بعد قرض ادا کر دوں گا۔چنانچہ میرے ایک بھائی نے کار خریدنے کے لئے مجھے رقم دے دی نیز میری والدہ صاحبہ نے بھی مجھے کچھ رقم دی اور میں نے ایک سال بعد اس قرض کی ادائیگی کا وعدہ کر لیا۔

چند ماہ کے بعد میرے والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ ہمیں تمہارے احمدی ہونے کی وجہ سے معاشرے میں بہت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔میں نے کہا کہ اگر آپ کو میرے احمدی ہونے کی وجہ سے کچھ کہتا ہے تو خود شرمندہ ہونے کی بجائے اسے میرے پاس لے آئیں یا اسے کہیں کہ وہ مجھ سے بات کرے۔

چنانچہ ایک دن وہ میرے بڑے ماموں کو لے آئے جو حزب التحریر کے لیڈروں میں سے ایک ہیں۔انہوں نے آتے ہی حضرت امام مہدی علیہ السلام کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔میں نے کہا کہ گالی گلوچ اور بدزبانی کی بجائے آپ کو اختلافی امور کے بارہ میں بات کرنی چاہئے اور میں سمجھتا ہوں کہ اہل عقل اور شرفاء کے نزدیک بھی یہی طریق درست ہے۔پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے کیا وہ صالحین میں سے ہوگا؟ {یہ ایک آیت کا حصہ ہے جس میں آگے جا کر نبیوں کا بھی ذکر ہے۔لہٰذا اگر اس آیت کے مطابق کوئی صالح ہو سکتا ہے تو پھر نبی بھی ہو سکتا ہے۔(ندیم)}

شاید ان کو بات سمجھ آ گئی اس لئے انہوں نے فوراً کہا کہ تمہیں صالح بننے کے لئے صرف یہی آیت ہی کیوں نظر آتی ہے۔دیگر آیات کی بات کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ مجھے پتہ ہے کہ اور آیات بھی ہیں لیکن اس آیت پر بات کرنے میں آپ کو کیا اعتراض ہے؟ وہ لاجواب سے ہو گئے اور دوبارہ گالی گلوچ پر اتر آئے۔

میں نے انہیں کہا کہ قبل ازیں میرے کزن مولوی محمد شویکی کے ساتھ بھی میری نشست ہوئی تھی گو اس مناظرہ میں ہمیں دھمکیاں دی گئیں لیکن اخلاقی لحاظ سے وہ مناظرہ آپ کے ساتھ نشست سے بہت بہتر تھا۔یہ کہہ کر مَیں تو چل دیا لیکن میرے ماموں غصے سے تلملا کر رہ گئے۔یہ بات میری والدہ صاحبہ کو بھی اچھی نہ لگی اور وہ بھی مجھ سے ناراض ہو گئیں۔

میرے والد صاحب کو میری مالی حالت کی خرابی کا علم تھا۔انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ اگر تم احمدیت چھوڑ دو تو تمہارا بھائی اور والدہ تمہیں دی ہوئی قرض کی رقم معاف کرنے کے لئے تیار ہیں، بصورت دیگر وہ اپنے مال کا مطالبہ کر رہے ہیں، اور آپ کو اس کا انتظام جلدی کرنا ہوگا۔ان کی یہ پیشکش میرے لئے کسی طور بھی قابل قبول نہ تھی لہٰذا میں نے فوراً انکار کر دیا اور انہیں کہہ دیا کہ آپ فکر نہ کریں مَیں قرض کی واپسی کا انتظام کر دوں گا۔

گھر آ کر میں نے اپنی بیوی سے اس مشکل صورتحال کا ذکر کیا تو اس نے مجھے کمیٹی ڈالنے کا مشورہ دیا۔مجھے اس کی تجویز پسند آئی۔لہٰذا ہم نے پہلی کمیٹی خود رکھ کر سارا قرض اتار دیا اور بعد میں ہر ماہ کمیٹی کی رقم ادا کرتے رہے۔اسکے بعد جب میری مخالفت زیادہ ہوئی تو میں کبابیر میں منتقل ہو گیا۔اور اب میں خدا کے فضل سے مسجد احمدیہ کبابیر کے جوار میں رہتا ہوں اور احمدیت کی عظیم نعمت ملنے پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

(باقی آئندہ)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے 1924ء کے سفر یورپ کے دوران کی بعض مجالس سوال و جواب

قسط نمبر 4 (آخری)

تختہ جہاز پر لیڈی لِٹن سے گفتگو

(13 نومبر 1924ء کو عرشہ جہاز پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور لیڈی لِٹن کے مابین جو گفتگو ہوئی اُسے بعد میں محترم شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نے اپنے الفاظ میں مرتّب کیا۔)

....

لیڈی لِٹن نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے متعلق استفسار فرمایا:

حضرت خلیفۃ المسیح: دنیا کے تمام بڑے مذاہب آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک موعود کے آنے کے منتظر ہیں۔ مسلمان یقین کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں امام مہدی آئیں گے اور ایسا ہی ان کا یقین ہے کہ مسیح موعود آئے گا۔ عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ آئیں گے۔ ہندوؤں کا اعتقاد ہے کہ کرشن آئیں گے اور بدھوں کا عقیدہ ہے کہ موسیو درہمی آئے گا۔ اور جہاں تک ان پیشگوئیوں کے متعلق غور اور تحقیقات کی گئی ہے وہ تمام قومیں ان کے ظہور کا یہی وقت قرار دیتی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ ان وعدوں کے موافق ظاہر ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ دعویٰ خدا سے وحی پا کر کیا اور بتایا کہ یہ مختلف اشخاص آنے والے نہ تھے بلکہ دراصل ایک ہی شخص کے متعلق پیشگوئیاں ہیں۔ اس کے کام کے لحاظ سے اس کے یہ مختلف نام ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ خدا کی طرف سے نبی ہو کر آئے ہیں۔

لیڈی لِٹن: انہوں نے ایسا دعویٰ کب کیا؟

حضرت: الہام کا سلسلہ 25 برس کی عمر میں شروع ہو گیا تھا مگر جب وہ 40 سال کے ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ان کو مامور کیا کہ وہ دنیا کی اصلاح کریں۔ انہوں نے 1890ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور 1908ء میں وفات پائی۔

لیڈی لِٹن کا ایک ہمراہی: ان کی زندگی میں ماننے والوں کی تعداد کیا تھی، اب کیا ہے؟

حضرت: شروع میں جب انہوں نے دعویٰ کیا تو صرف چالیس آدمی تھے۔ پھر ان کی وفات تک 5 لاکھ کے قریب آدمی شامل ہوئے۔ اور اب یہ جماعت ایک ملین کے قریب ہے۔

لیڈی لِٹن: کیا ان کے دعویٰ کرنے پر لوگوں نے مخالفت نہیں کی؟

حضرت: بہت سخت مخالفت ہوئی۔ ہماری جماعت کی ہر مذہب کے لوگوں نے مخالفت کی۔ حکومت کو بھی بدظن کیا گیا۔ جماعت کے لوگوں کو جو فرداً فرداً تکالیف دی گئیں وہ نہایت سخت اور دل ہلا دینے والی تھیں۔ گھروں سے نکال دیا گیا، جائدادیں چھین لی گئیں، پانی بند کر دیا گیا۔ ہمارے ہاں عام طور پر نلوں کا سلسلہ نہیں ہے، کنوؤں سے پانی نکالا جاتا ہے۔ ان کو پانی سے روک دیا گیا اور چھوٹے چھوٹے بچے پیاسے تڑپتے رہے مگر پانی نہیں دیا۔ ان کے ہاتھ عام خوردنی اور روز مرہ کی ضرورت کی اشیاء فروخت کرنی بند کر دی گئیں۔ ہر طرح سے ان کا بائیکاٹ کر دیا۔ زندوں کے ساتھ ہی نہیں، مُردوں کے ساتھ بھی دشمنی کی گئی۔ لاش نکال کر کتّوں کے سامنے پھینک دی گئی اور لاش بھی ایک عورت کی۔ اور افغانستان میں خود حکومت نے تین آدمیوں کو مروا دیا۔ ایک کو گلا گھونٹ کر اور دو کو سنگسار کر کے۔ ایک ابھی 31 اگست 1924ء کو سنگسار کر دیا گیا ہے۔ لوگوں نے بھی ایک درجن سے زیادہ آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے اور بعض کے مکانات کو جلا دیا۔ غرض ہر جگہ ہر قسم کی تکالیف دی گئی ہیں مگر باوجود ان تمام مخالفتوں اور اذیّتوں کے یہ جماعت ترقی کر رہی ہے۔

لیڈی لِٹن: کیا ان کا مذہب یونیورسل (Universal) تھا؟

حضرت: وہ کوئی نیا مذہب لے کر نہ آئے تھے بلکہ وہ اسلام کی طرف دنیا کو دعوت دیتے تھے۔ جن معنوں میں یونیورسل مذہب کی اصطلاح آج کل بولی جاتی ہے وہ درست نہیں ہے۔ اسلام خود ایک یونیورسل مذہب ہے۔ اس لحاظ سے وہ دنیا کو یونیورسل مذہب کی طرف بلاتے تھے۔ پہلے جس قدر نبی آئے وہ خاص قوم کے لئے، خاص وقت کے لئے آتے تھے مگر اسلام تمام دنیا کے لئے اور ہمیشہ کے لئے ہے، اسی کی طرف وہ بلاتے تھے۔

لیڈی لِٹن: اساسی اصول کیا ہیں؟

حضرت: اساسی اصول وہی اسلام کے ہیں مگر حضرت مسیح موعود نے ان کی حقیقت کو ظاہر کیا۔ مثلاً پہلا اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے ایک ہونے پر یقین ہو۔ یہ یقین ایسا ہونا چاہئے کہ انسان کے اعمال و افعال میں اس کا پورا رنگ پایا جاوے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاوے۔ بہت سے لوگ یہ اقرار تو کرتے ہیں کہ وہ خدا پر اور اس کے ایک ہونے پر ایمان لاتے ہیں لیکن جب امتحان کا وقت آتا ہے تو فیل ہو جاتے ہیں۔ ان کے افعال اس کی تائید نہیں کرتے اور نہ اس ایمان کے ثمرات ان میں پائے جاتے ہیں۔ جس ایمان کے ثمرات نہ ہوں وہ ایک خشک درخت کی طرح ہے جو کاٹ کر جلانے کے قابل ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان انسان کے اندر ایک پاک تبدیلی کر دیتا ہے۔ اور جس جس قدر یہ یقین ترقی کرتا ہے انسان خدا کو گویا دیکھ لیتا ہے اور اس کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ یہی ایمان اور یقین پیدا کرتے تھے۔ انہوں نے صرف یہ نہیں کہا کہ خدا دیکھتا ہے یا بولتا ہے بلکہ اپنے متبعین کو اپنے عمل سے دکھا دیا اور خود ان میں یہ قوت پیدا کر دی کہ وہ خدا کو بولتے ہوئے سن لیں۔

غرض پہلی تعلیم ان کی خدا کی ہستی اور اس کی وحدانیت کے متعلق یہ تھی کہ ایک غیر متزلزل اور خدا نما یقین پیدا کریں۔ اور کامل طور پر حقوق اللہ کی شناخت ہو۔

دوسری بات آپ نے یہ تعلیم کی کہ انسان با اخلاق انسان کیونکر بنتا ہے۔ اس کے لئے آپ نے اوّل اخلاق کی حقیقت بتائی کہ اخلاق محض اس کا نام نہیں ہے کہ انسان کسی سے نرمی سے پیش آتا ہے یا سختی کرنے سے خاموش ہو رہتا ہے۔ کیونکہ طبعی طور پر یہ باتیں جانوروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایک بکری کتنی نرم ہوتی ہے لیکن کوئی نہیں کہتا کہ بکری بڑی با اخلاق ہے۔ اخلاق حقیقت میں طبعی قوتوں کی تعدیل اور برمحل استعمال کا نام ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جس قدر قویٰ انسان کو دیئے گئے ہیں یہ سب اخلاقی قوتیں اور اخلاق ہیں۔ انسان کے اندر اخلاقی روح پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اوّلاً اخلاق کی حقیقت بتائی۔ پھر یہ سمجھایا کہ اخلاق میں انسان کی ترقی تدریجی ہوتی ہے۔ جس طرح پر وہ جسمانی طور پر ترقی کرتا ہے تو تدریجی ترقی ہوتی ہے۔ ایک دن کا بچہ ایک دن میں ہی ایک پختہ مغز انسان کی طرح نہیں ہو جاتا۔ اس لئے اخلاقی ترقی کے مدارج ہیں۔ اور اخلاق کے مختلف شعبے ہیں اور ہر شعبہ میں ترقی کے لئے خاص اصول اور قواعد ہیں۔ مثلاً پاکبازی اور عفّت کے لئے جب اسلام تعلیم دیتا ہے تو وہ ان امور کی اصلاح سے شروع کرے گا جو عفّت کے خلاف گناہوں کے مبادی ہوتے ہیں۔ اور پھر اخلاقی تعلیم میں قرآن مجید صرف یہی نہیں کہتا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو بلکہ وہ ہر حکم، ہر امر و نہی کے وجوہ و علل بتاتا ہے۔ اور دلائل کے ساتھ اپنے حکم کو مؤکد کرتا ہے۔ یہ قرآن شریف کی اصطلاح میں حکمت ہے۔

اس طرح پر جب انسان اخلاقیات میں ترقی کر کے با اخلاق انسان بن جاتا ہے تو پھر اسے با خدا انسان بنانے کے لئے تعلیم دیتا ہے۔ اور اسے ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ وہ خدا سے قرب حاصل کر کے اس سے کلام کرتا ہے۔ اور اس سے وہ باتیں سرزد ہوتی ہیں جو لوگوں کی نظروں میں عجیب ہوتی ہیں اور حقیقت میں خدا کی قدرتوں کا نمونہ۔

پھر آپ نے حیات بعد الموت کی حقیقت بیان کی اور بتایا کہ انسان کی روحانی ترقی کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ اس مسئلہ کے سمجھانے کے لئے آپ نے اوّل یہ سمجھایا کہ روح باہر سے نہیں آتی بلکہ وہ پیدا ہوتی ہے اور جسم ہی سے پیدا ہو جاتی ہے مگر باوجود اس کے وہ جسم نہیں ہوتی۔ جیسے شراب اگرچہ انگور سے بنائی جاتی ہے مگر شراب کو انگور نہیں کہا جاتا۔ روحانی ارتقاء ہوتا رہتا ہے اور جب انسان فوت ہو جاتا ہے تب بھی روح اپنی منازل کو طے کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کامل درجہ کو پا لیتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی آکر بتایا کہ یہ خیال جو غلطی سے مسلمانوں میں پھیلا ہوا ہے کہ مرنے کے بعد ارواح کسی ایک مقام پر رکھی جاتی ہیں صحیح نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح انسان ماں کے رحم میں ہوتا ہے اور وہاں مختلف مدارج طے کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ پھر ایک وقت آجاتا ہے کہ پھر وہ باہر آجاتا ہے۔ اسی طرح قبر بھی ایک قسم کا رِحم ہی ہے۔ مرنے کے بعد ساتھ ہی روح کو ایک اور جسم جو اس جسم کے مقابلہ میں روحانی ہوتا ہے مل جاتا ہے۔ گویا اس جسم کی روح اس روح کا جسم ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح پر وہ اپنے ارتقاء کی منازل کو طے کرتی ہے اور اگر اس میں کوئی نقص اور کمزوریاں ہوتی ہیں تو اس اعلیٰ مقام لقاء اللہ کے پانے کے لئے تیار کرنے کے واسطے دوزخ میں بطور علاج کے جاتی ہے۔ دوزخ ایک ہسپتال کی طرح ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بتایا کہ اسلام نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ہمیشہ دوزخ ہی میں وہ لوگ رہیں گے جن کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا بلکہ دوزخ محض ایک ہسپتال ہے۔ لوگ اس میں سے شفاء پاکر نکل آئیں گے تاکہ وہ خدا کے فیوض کو حاصل کرنے کی قابلیت حاصل کر لیں۔

اس طرح پر حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام ہی کو پیش کیا ہے اور اس کی حقیقت اور فلسفہ کو معقولی طور پر ہی نہیں بلکہ خدا کی تائیدات سے ثابت کر دیا ہے کہ اسلام جس خدا کی طرف دعوت دیتا ہے وہ مُردہ خدا نہیں بلکہ زندہ خدا ہے اور جس طرح وہ پہلے نبیوں سے بولتا تھا آج بھی یہ عزت اور نعمت اسلام کے کامل اتّباع سے ملتی ہے۔ اور مَیں کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ اسلام کی اس سچائی کا خود ایک ثبوت تھے۔ اور ان کی وفات کے ساتھ یہ ثبوت ختم نہیں ہو گیا بلکہ آج بھی زندہ ہے۔ اور آپ کے متبعین میں یہ نعمت اب تک موجود ہے اور ہمیشہ پائی جائے گی

(اس مقام پر لیڈی لِٹن کے ایک ہمراہی لڑکے نے سوال کیا)

لڑکا: روح اور خدا کے متعلق ہم ہندو لوگ بھی مانتے ہیں۔ امتیازی بات کیا ہے؟ اگر ہندوازم اور اسلام میں ان مسائل کے متعلق خفیف فرق ہو تو قابلِ لحاظ نہیں ہوتا۔

حضرت: یہ بات درست نہیں ہے کہ خفیف فرق قابل لحاظ نہیں ہوتا۔ اگرچہ مَیں تو یہ مانتا ہی نہیں کہ خفیف فرق ہے۔ بلکہ اسلام اور موجودہ ہندوازم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ لیکن آپ کی بات مان کر مَیں کہتا ہوں کہ خفیف فرق جس کو آپ کہتے ہیں قابل لحاظ نہیں ہوتا عموماً بڑے بڑے نتائج پیدا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ زندگی اور موت کے نتائج پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی چیز ہے اس کی مقدار ایک حد تک تریاق ہے اور اس میں ذرا سا اضافہ ہو جائے تو وہی تریاق سمّی کیفیت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ مَیں ایک ڈاکٹر کے پاس طبّی مشورہ کے لئے گیا۔ اس نے مجھے نکس وامیکا سات بوند اور سوڈا بائی کارب چھ گرین بتائے اور کہا کہ نہ اس سے کم ہو نہ زیادہ۔ اب بظاہر اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اگر سات کی بجائے آٹھ یا چھ کی بجائے پانچ کر دی جاویں تو کوئی بڑا فرق نہیں۔ مگر اس نے کہا کہ اگر اس سے کچھ بھی کم یا زیادہ ہو تو فائدہ نہیں ہو گا۔ اور یہ بات بالکل درست تھی۔ امتیازات اور فرق مقدار کے لحاظ سے بعض وقت نظر نہیں آتے مگر کیفیت اور اثر کے لحاظ سے بہت بڑے ہوتے ہیں۔

اسلام اور ہندوازم میں جو سب سے بڑا امتیازی نقطہ ہے وہ یہی ہے کہ اسلام اُس خدا کی طرف بلاتا ہے جو ہمیشہ بولتا ہے اور کلام کرتا ہے۔ جس طرح پر وہ ہمیشہ سے دیکھتا اور سنتا ہے اور آج بھی اس میں ایسے لوگ ہیں جو خدا سے کلام کرتے ہیں مگر ہندوازم کوئی ایسا شخص پیش نہیں کر سکتا۔

ایک دوسرا لڑکا: ہندوازم کی بابت آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت: ہندوازم اپنی ابتدائی منزل میں اُس زمانہ کی ضرورت کے موافق ایک خدائی تعلیم تھی مگر امتدادِ زمانہ سے اس کی شکل بدلتی گئی اور وہ حقیقت اس سے دُور ہو گئی۔

وہی لڑکا: پھر اب اس کے ماننے کی کیوں ضرورت نہیں؟

حضرت: اوّل تو وہ حقیقت جاتی رہی۔ انسانی تصرفات نے اس کو بگاڑ کر کچھ اور ہی بنا دیا۔ دوسرے وہ تعلیم اُس زمانہ کے حسب حال تو ہو سکتی تھی، آج نہیں۔ جُوں جُوں انسانی عقل و فہم ترقی کرتا گیا اور اس کی ضرورتیں بدلتی گئیں، خدا تعالیٰ کی تعلیم اس کے حسب حال ملتی گئی یہاں تک کہ انسان بلوغ کے درجہ تک پہنچ گیا اور خدا نے اسلام ایک کامل دین دنیا کو دے دیا۔

ایک اور لڑکا: روح جو اس وقت تھی اور جو روح آج ہے، کیا اس میں فرق ہے؟

حضرت: بہ حیثیت روح کے فرق نہیں۔

وہی لڑکا: پھر وہ تعلیم کیوں اس کے حسب حال نہیں؟

حضرت: ایک بچہ کی روح اور بالغ انسان کی روح میں کوئی فرق ہے؟

لڑکا: نہیں۔

حضرت: تو کیا تم اس بچہ کو وہی ہدایات دے سکتے ہو

باقی صفحہ 10 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بیان فرمودہ بعض واقعات کا تذکرہ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ کی اپنی زندگی کے بھی بعض پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔

ان واقعات کے حوالہ سے احباب جماعت کو اہم نصائح

مکرم ثریا بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب مرحوم آف ملتان کی نماز جنازہ حاضر۔ مکرم محمود عبداللہ شبوطی صاحب آف یمن کی نماز جنازہ غائب۔ مرحومین کا ذکرِ خیر

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 14 رنومبر 2014ء بمطابق 14 نبوت 1393 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آج بھی میں حضرت مصلح موعودؓ کے بیان کردہ کچھ واقعات بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی زندگی کے بھی بعض پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’میں علمی طور پر بتلاتا ہوں کہ میں نے حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب کا تھا تو میں نے مصمّم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو مَیں گھر سے نکل جاؤں گا مگر مَیں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا۔ حتی کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا۔ (سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 96)

پھر آپ نے بتایا کہ ’’جب میں نے دستی بیعت کی تو میرے احساس قلبی کے دریا کے اندر دس سال کی عمر میں ایسی حرکت پیدا ہوئی کہ جو بیان نہیں کی جاسکتی‘‘۔ (ماخوذ از یاد ایام۔ انوار العلوم جلد 8 صفحہ 365)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بات کی طرف (اشارہ کرتے ہوئے) کہ کس طرح وہ دعاؤں کی ترغیب دیا کرتے تھے، بچپن میں ہی دعاؤں کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے، encourage کیا کرتے تھے۔ ایک جگہ آپ بیان کرتے ہیں کہ: ’’خدا کا فرستادہ مسیح موعود علیہ السلام جسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِکَ اِلَّا فِیْ شُرَکَآئِکَ۔ جس سے وعدہ تھا کہ میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا سوائے ان کے جو شرکاء کے متعلق ہوں۔ فرماتے ہیں کہ ’’ہنری مارٹن کلارک والے مقدمہ کے موقع پر مجھے جس کی عمر صرف نو سال کی تھی دعا کے لئے کہتا ہے۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کو نو سال کی عمر میں دعا کے لئے کہتے ہیں۔) گھر کے نوکروں اور نوکرانیوں کو بھی کہتے ہیں کہ دعائیں کرو۔ پس جب وہ شخص جس کی سب دعائیں قبول کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا تھا دوسروں سے دعائیں کرانا ضروری سمجھتا ہے ......‘‘ (خطبات محمود جلد 14 صفحہ 132-131) (تو پھر باقیوں کو کتنا اس طرف توجہ دینی چاہئے۔) یہ جو الہام ہے اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِکَ اِلَّا فِیْ شُرَکَآئِکَ۔ اس کا شاید بعضوں کو پتا نہ ہو۔ یہ آپ ایک مقدمے کے بارے میں دعا کر رہے تھے جو آپ کے شرکاء یعنی بعض قریبیوں نے آپ کی، آپ کے خاندان کی جائیداد میں حصہ دار بننے کے لئے کیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم ان کی طرف سے، اپنے خاندان کی طرف سے یہ مقدمہ لڑ رہے تھے۔ دوسری طرف ایک گورنمنٹ کے افسر بھی تھے جو اُن کے عزیزوں میں سے بھی تھے۔ بہرحال مرزا غلام قادر صاحب کو یہ یقین تھا کہ مقدمہ ہمارے حق میں ہوگا۔ جائیداد ہمارے قبضے میں ہے اور پشتوں سے ہمارے قبضے میں ہے لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کی تو آپ کو یہ الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ساری دعائیں قبول کروں گا مگر جو شرکاء کے متعلق ہیں یہ نہیں۔

اس پر آپ نے اپنے خاندان کو کہا کہ بلا وجہ وکیلوں پہ، مقدموں پہ رقم نہ ضائع کرو مقدمہ ہار جاؤ گے۔ لیکن آپ کے بھائی کو بڑا یقین تھا۔ بہرحال لوئر کورٹ میں مقدمہ کا فیصلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھائی کے حق میں ہوا۔ پھر دوبارہ اپیل ہوئی چیف کورٹ میں اور چیف کورٹ میں یہ مقدمہ ہار گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ یہ مقدمہ جیتتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا تھا۔ (ماخوذ از حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 255-254)

یہاں دعاؤں کے حوالے سے آگے ایک اَور بات بھی حضرت مصلح موعودؓ نے فرمائی۔ لیکن وہ بات آپ ڈاکٹروں کو سمجھا رہے تھے۔ یہاں تو ڈاکٹروں کی ٹیم بیٹھ جاتی ہے اگر کوئی ایسا سنجیدہ معاملہ ہو۔ اب پاکستان میں بھی یا دوسرے ممالک میں بھی اسی طرح صورتحال ہے۔ لیکن بعض دفعہ بعض ڈاکٹر جو ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی مریض کا علاج کر رہے ہیں تو ہمارا ہی علاج ہونا چاہئے۔ کسی اور مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت سارہ بیگم صاحبہ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اہلیہ تھیں ان کے بچہ کی پیدائش کے وقت ان کی وفات بھی ہو گئی تھی اس وقت کے بارے میں آپ نے بیان کیا کہ ڈاکٹروں کو چاہئے کہ مشورہ کرتے۔ اگر اس صورت میں مشورہ ہوتا تو شاید ایک جان بچائی جا سکتی تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی اللہ تعالیٰ نے تمام دعائیں قبول کرنے کا وعدہ فرمایا تھا وہ دوسروں کو دعا کے لئے بھی کہتے تھے تو باقی لوگ جو ہیں انہیں اپنے اپنے پیشے میں اگر کہیں مشورے کی ضرورت ہو اور دعاؤں کی ضرورت ہو تو ضرور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 14 صفحہ 132-131)

اپنے بارے میں ایک اور بات بیان فرماتے ہیں ’’ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر اس سفر میں کہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کسی ہندو پنشنر سیشن جج کی آمد کی خبر دینے آئے جو بغرض ملاقات آئے تھے۔ آپؑ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے اس وقت ان سے کہا کہ میں بھی بیمار ہوں مگر محمود بھی بیمار ہے۔ مجھے اس کی بیماری کا زیادہ فکر ہے۔ آپ اس کا توجہ سے علاج کریں‘‘۔ (اصلاح نفس۔ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 456)۔ اپنی بیماری کو بھول گئے اور آپ کو پتا تھا کہ یہ بیٹا جو ہے مصلح موعود بننے والا ہے اس لئے آپ کو فکر ہوئی۔

دیوار کا ایک مقدمہ بڑا مشہور مقدمہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں لڑا گیا جس میں آپ کے خاندان کے مخالفین نے مسجد کے راستے پہ دیوار کھڑی کر دی اور راستہ بند کر دیا۔ اس کے بارے میں بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’میں بچہ تھا لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ یہاں ہمارے ہی بعض عزیز راستہ میں کیلے گاڑ دیا کرتے تھے تا کہ جب مہمان نماز پڑھنے آئیں تو رات کی تاریکی میں ان کیلوں کی وجہ سے ٹھوکر کھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا اور اگر کیلے اکھاڑے جاتے تو وہ لڑنے لگ جاتے۔ اسی طرح مجھے خوب یاد ہے کہ مسجد مبارک کے سامنے دیوار مخالفوں نے کھینچ دی تھی۔ بعض احمدیوں کو جوش بھی آیا اور انہوں نے دیوار کو گرا دینا چاہا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا کام صبر کرنا اور قانون کی پابندی اختیار کرنا ہے۔ پھر مجھے یاد ہے میں بچہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن سے ہی مجھے رؤیائے صادقہ ہوا کرتے تھے۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار گرائی جا رہی ہے اور

لوگ ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر پھینک رہے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کچھ بارش بھی ہو چکی ہے۔ اسی حالت میں مَیں نے دیکھا (خواب میں) کہ مسجد کی طرف سے حضرت خلیفہ اول تشریف لا رہے ہیں۔ (آپ فرماتے ہیں کہ) جب مقدمے کا فیصلہ ہوا اور دیوار گرائی گئی تو بعینہٖ ایسا ہی ہوا۔ اس روز کچھ بارش بھی ہوئی اور درس کے بعد حضرت خلیفہ اول جب واپس آئے تو آگے دیوار توڑی جا رہی تھی۔ مَیں بھی کھڑا تھا چونکہ اس خواب کا مَیں آپ سے پہلے ذکر کر چکا تھا اس لئے مجھے دیکھتے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا۔ میاں دیکھو آج تمہارا خواب پورا ہو گیا۔‘‘ (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 207-206)

پھر آپ اسی دَور کی بات کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مخالفین نے مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور آپ علیہ السلام کئی دفعہ گھر میں پردہ کرا کر لوگوں کو مسجد میں لاتے۔ (یعنی گھر کے اندر سے گزار کے لانا پڑتا تھا) اور کئی لوگ اوپر سے ہو کر آتے (لمبا چکر کاٹ کر)۔ سال یا چھ ماہ تک یہ راستہ بند رہا۔ آخر مقدمہ ہوا اور خدا تعالیٰ نے ایسے سامان کئے کہ دیوار گرائی گئی۔‘‘ (خطبات محمود جلد 20 صفحہ 575-574)

اب جو قادیان جانے والے ہیں وہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے کشادہ راستے وہاں بنا دیئے گئے ہیں۔

بچوں کی دلداری کے بارے میں ایک جگہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’مجھے اپنے بچپن کی بات یاد ہے کہ ہماری والدہ صاحبہ کبھی ناراض ہو کر فرمایا کرتیں کہ اس کا سر بہت چھوٹا ہے (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا۔) تو مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ یہ کوئی بات نہیں۔ راٹیکین جو بہت مشہور وکیل تھا اور جس کی قابلیت کی دھوم سارے ملک میں تھی اس کا سر بھی بہت چھوٹا سا تھا‘‘۔ آپ کہتے ہیں کہ ’’بڑے سر اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ وہ عقلمند ہیں۔ جو شخص اپنی اولاد کو علم اور عرفان سے محروم کرتا ہے اور اس کا سر اگرچہ بڑا ہی ہو تب بھی وہ بے عقل ہی ہے۔ جس شخص کا اتنا دماغ ہی نہیں کہ سمجھ سکے کہ خدا اور رسول کیا ہے؟ قرآن کیا ہے؟ وہ عرفان کیسے حاصل کر سکتا ہے‘‘۔

(خطبات محمود جلد 2 صفحہ 174)

پس اصل چیز جو ہمیں چاہئے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ اور رسول کے احکامات کو سمجھیں، ان پر غور کریں اور ان کی ذات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم کو سمجھیں۔ اور یہی حقیقت ہے جس سے دماغ روشن ہوتے ہیں۔

حکومت کی وفاداری کے بارے میں آپ ایک جگہ بیان کرتے ہیں کہ ’’جب میں بچہ تھا اور ابھی میں نے ہوش ہی سنبھالا تھا اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے گورنمنٹ کی وفاداری کا میں نے حکم سنا اور اس حکم پر اس قدر پابندی سے قائم رہا کہ میں نے اپنے گہرے دوستوں سے بھی اس بارے میں اختلاف کیا۔ حتی کہ اپنے جماعت کے لیڈروں سے اختلاف کیا‘‘۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 323)

بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے کہ بحث کریں کہ فلاں کام کی وجہ سے ہمیں حکومت کا حکم نہیں ماننا چاہئے۔ سوائے اس کے کہ جہاں شرعی روکیں ڈالنے کی حکومت کوشش کرے، باقی نہیں۔ پھر اس کو آپ آگے ایک جگہ مزید کھول کے فرماتے ہیں کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ برطانوی حکومت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ انگریز قوم کے افراد بہت نیک اور اسلام کی تعلیم کے قریب ہیں۔ ان میں بھی ظالم، غاصب، فاسق، فاجر اور ہر قسم کا خبث رکھنے والے لوگ موجود ہیں اور دوسری قوموں میں بھی (ہیں)۔ ان میں اچھے لوگ ہیں اور دوسری قوموں میں بھی (ہیں)۔ جو چیز رحمت ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکومت افراد کی آزادی میں بہت کم دخل دیتی ہے۔ اور وہ جن جن معاملات میں دخل نہیں دیتی ان میں اسلام کی تعلیم کو قائم کرنے کا ہمارے لئے موقع ہے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ایسی قوم کو ہم پر مقرر کیا۔ (یہ اس زمانے کی بات ہے جب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی کہ جو افراد کے معاملات میں بہت کم دخل دیتی ہے......‘‘۔

ابھی گزشتہ دنوں ہماری یہاں کانفرنس ہوئی۔ وہاں ایک پریس کی رپورٹر نے مجھے کہا کہ یہاں بھی وہی حالات ہیں۔ اس کو میں نے یہی جواب دیا تھا کہ مذہب کے معاملے میں یہ حکومت دخل نہیں دیتی۔ اس

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing , Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact: Anas A.Khan, John Thompson ,
Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panal) & David Wilson.

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel:020 8767 5005
Branch Office :14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch:164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- *24hrs Crime Line: 07533667921*

لئے حالات تو ہم کہہ ہی نہیں سکتے کہ پاکستان جیسے یا کسی اور ایسے ملک جیسے یہاں حالات ہوں جہاں احمدیت پر پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ بہرحال آپ فرماتے ہیں کہ ’’ہو سکتا ہے کہ اگر ناٹسی یا فیشسٹ لوگ ہم پر حکمران ہوتے تو وہ دوسرے معاملات میں انگریزوں سے بھی اچھے ہوتے۔ ممکن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف ان سے زیادہ رکھنے والے اور زیادہ عدل کرنے والے ہوتے مگر انفرادی آزادی وہ اتنی نہ دیتے جتنی انگریزوں نے دی ہے۔ وہ اشخاص کے لحاظ سے تو اچھے ہوتے مگر سلسلے کے لحاظ سے ہمارے لئے مضر ہوتے۔ (یعنی کسی شخص کے تعلقات کے بارے میں ہو سکتا ہے کہ اچھے ہوتے لیکن بحیثیت مجموعی جماعت کے لحاظ سے وہ مضر ہوتے۔) اور اس کے یہ معنی ہوتے کہ جب تک اسلامی حکومت قائم نہ ہو جاتی اسلامی تعلیم کو قائم کرنے کا دائرہ ہمارے لئے بہت ہی محدود ہوتا اور اسلامی احکام میں سے بہت ہی تھوڑے ہوتے جن کو ہم قائم کر سکتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہی معنوں کے لحاظ سے انگریزی حکومت کو رحمت قرار دیا ہے‘‘۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں ناں انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تو فرمایا اس لئے رحمت قرار دیا ہے اور اس قوم کی تعریف کی ہے کہ انہوں نے آزادی دی ہے۔ ’’آپ کا یہ مطلب نہیں کہ انگریز انصاف زیادہ کرتے ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کوئی دوسری حکومت اس سے بھی اچھی ہو۔ قابل تعریف بات یہی ہے کہ اس قوم کے تمدن کا طریق یہ ہے کہ اس نے اپنی حکومت کو انفرادی معاملات میں دخل اندازی کے اختیارات نہیں دیئے‘‘۔ (الفضل 21 جنوری 1938ء صفحہ 4 جلد 26 نمبر 17)

قلم کے جہاد کے بارے میں آپ نے ایک ارشاد فرمایا کہ ’’انبیاء کا دل بڑا شکرگزار ہوتا ہے۔ ایک معمولی سے معمولی بات پر بھی بڑا احسان محسوس کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں جب دن رات چھپتیں تو باوجود اس کے کہ آپ کئی کئی راتیں بالکل نہیں سوتے تھے لیکن جب کوئی شخص رات کو پروف لاتا تو اس کے آواز دینے پر خود اٹھ کر لینے کے لئے جاتے (یعنی کتابت ہو کر آتی تو خود لینے کے لئے جاتے) اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے کہ جَزَاکَ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔ اس کو کتنی تکلیف ہوئی ہے۔ یہ لوگ کتنی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ حالانکہ آپ خود ساری رات جاگتے رہتے تھے‘‘۔ فرماتے ہیں کہ ’’مَیں کئی بار آپ کو کام کرتے دیکھ کر سو یا اور جب کہیں آنکھ کھلی تو کام کرتے ہی دیکھا حتی کہ صبح ہو گئی۔ دوسرے لوگ اگرچہ خدا کے لئے کام کرتے تھے لیکن آپ (علیہ السلام) ان کی تکلیف کو بہت محسوس کرتے تھے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انبیاء کے دل میں احسان کا بہت احساس ہوتا ہے۔

(الفضل 19 اگست 1916ء صفحہ 7 جلد 4 نمبر 13)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے ادب اور آپ کے مقام کا کس قدر لحاظ رکھتے تھے، خیال رکھتے تھے اور اس کے لئے کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں اور یہ واقعہ بیان کر کے آپ نے توجہ دلائی ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو اسلامی اخلاق اور آداب ہوتے ہیں، ان کی طرف ہمیشہ توجہ دیں۔ آپ اپنے ایک خطبہ میں بیان فرماتے ہیں کہ ’’میں نے دیکھا ہے کہ نوجوانوں کو اسلامی آداب سکھانے کی طرف توجہ ہی نہیں کی جاتی۔ نوجوان بے تکلفانہ ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں ڈالے پھر رہے ہوتے ہیں۔ حتی کہ میرے سامنے بھی ایسا کرنے میں انہیں کوئی باک نہیں ہوتا کیونکہ ان کو یہ احساس ہی نہیں کہ یہ کوئی بُری بات ہے۔ ان کے ماں باپ اور اساتذہ نے ان کی اصلاح کی طرف کبھی کوئی توجہ ہی نہیں کی حالانکہ یہ چیزیں انسانی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ایک دفعہ مَیں ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا کہ ماسٹر قادر بخش صاحب نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے والد تھے اس سے منع کیا اور کہا کہ یہ بہت بری بات ہے۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گی لیکن وہ نقشہ جب بھی میرے سامنے آتا ہے ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اسی طرح ایک صوبیدار صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے ان کی ایک بات بھی مجھے یاد ہے‘‘۔ لکھتے ہیں کہ ’’ہماری والدہ چونکہ دلّی کی ہیں اور دلّی بلکہ لکھنؤ میں بھی ’تم‘ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ بزرگوں کو بیشک آپ کہتے ہیں لیکن ہماری والدہ کے کوئی بزرگ چونکہ یہاں تھے نہیں کہ ہم ان سے ’’آپ‘‘ کہہ کر کسی کو مخاطب کرنا بھی سیکھ سکتے۔ اس لئے میں دس گیارہ سال کی عمر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ’’تم‘‘ ہی کہا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان (صوبیدار صاحب) کی مغفرت فرمائے اور ان کے مدارج بلند کرے‘‘۔ کہتے ہیں ’’صوبیدار محمد ایوب خان صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ گورداسپور میں مقدمہ تھا اور میں نے بات کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ’تم‘ کہہ دیا۔ وہ صوبیدار صاحب مجھے الگ لے گئے اور کہا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہیں اور ہمارے لئے محل ادب ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ ’’تم‘‘ کا لفظ برابر والوں کے لئے بولا جاتا ہے بزرگوں کے لئے نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اس کا استعمال مَیں بالکل برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ پہلا سبق تھا جو انہوں نے اس بارے میں مجھے دیا‘‘۔ (الفضل 11 مارچ 1939ء صفحہ 7 جلد 27 نمبر 58)

پس اسلامی آداب میں ہمیں بھی خاص طور پر توجہ دینی چاہئے۔ ان لوگوں کو جو آجکل ایم ٹی اے پر

آتے ہیں۔ انہیں خیال رکھنا چاہئے۔ اس کے ذریعے عموماً تو نوجوان آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے عموماً ان کے پروگرام بڑے اچھے ہیں لیکن ایک پروگرام جو آجکل ربوہ سے بن کر آ رہا ہے اور اس میں مربی اور واقف زندگی بھی بیٹھے ہوتے ہیں۔ اس میں ایک تو بیٹھنے کا انداز بڑا غلط ہوتا ہے۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ٹانگیں کھول کر بیٹھے ہوئے ہیں، ساتھ ہلتے چلے جا رہے ہیں کوئی وقار نہیں ہے۔ سر پہ ٹوپی نہیں ہے اور اس قسم کے پروگرام جو ربوہ سے بن کے آئیں ان کو تو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے آئندہ سے ایم ٹی اے والے جو پاکستان میں ہیں ان کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ پروگرام بیشک اپنی نوعیت کے لحاظ سے اچھا ہو لیکن اگر اس کو conduct کرنے والا، اس کو present کرنے والا اچھا نہیں ہے تو وہ پروگرام کبھی نہیں لگایا جائے گا۔ اس لئے مَیں نے آئندہ سے وہ پروگرام روک بھی دیئے ہیں۔ اور خاص طور پر مربیان کو تو بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ان کا ایک اپنا وقار ہے اور ان کو یہی سمجھنا چاہئے کہ ہم نے اس وقار کو قائم کرنا ہے۔ ایک عام دنیا دار لڑکا اگر ایسی حرکت کرتا ہے تو وہ قابل برداشت ہے لیکن اگر ایک مربی کرے تو ناقابل برداشت ہے۔ اور مجھے بعض لوگوں نے لکھا بھی ہے۔ توجہ بھی دلائی ہے۔ ہر کوئی اس چیز کو محسوس کر رہا ہے کہ ربوہ سے ایک پروگرام بنتا ہے اور اس میں اس قسم کا، وقار کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔

ایک واقعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ''ہم بھی بچپن میں مختلف کھیلیں کھیلا کرتے تھے۔ مَیں عموماً فٹبال کھیلا کرتا تھا۔ جب قادیان میں بعض ایسے لوگ آ گئے جو کرکٹ کے کھلاڑی تھے تو انہوں نے ایک کرکٹ ٹیم تیار کی''۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ ''ایک دن وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جاؤ حضرت صاحب سے عرض کرو کہ وہ بھی کھیلنے کے لئے تشریف لائیں۔ چنانچہ میں اندر گیا۔ آپ اس وقت ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ جب میں نے اپنا مقصد بیان کیا تو آپ نے قلم نیچے رکھ دی اور فرمایا۔ تمہارا گیند تو گراؤنڈ سے باہر نہیں جائے گا لیکن میں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں جس کا گیند دنیا کے کناروں تک جائے گا۔ اب دیکھ لو کیا آپ کا گیند دنیا کے کناروں تک پہنچا ہے یا نہیں۔ اس وقت امریکہ، ہالینڈ، انگلینڈ، سوئٹزرلینڈ، مڈل ایسٹ، افریقہ، انڈونیشیا، اور دوسرے کئی ممالک میں آپ کے جاننے والے موجود ہیں۔ فلپائن کی حکومت ہمیں مبلغ بھیجنے کی اجازت نہیں دیتی تھی لیکن پچھلے دنوں وہاں سے برابر بیعتیں آنی شروع ہو گئی ہیں۔ ابھی تین چار دن ہوئے ہیں فلپائن سے ایک شخص کا خط آیا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اسے میری بیعت کا خط ہی سمجھیں اور مجھے مزید لٹریچر بھجوائیں۔ (یہ حضرت خلیفہ ثانی کے زمانے کی باتیں ہیں۔) مجھے جس مقام کے متعلق بھی علم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی اسلام کی خدمت کرنے والا ہے میں وہاں خط لکھ دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ میں نے انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھی ایک خط لکھا ہے۔ میں نے مسجد لنڈن کے پتے پر بھی ایک خط لکھا ہے۔ میں نے واشنگٹن امریکہ کے پتے پر بھی ایک خط لکھا ہے۔ اب دیکھ لو فلپائن میں ہمارا کوئی مبلغ نہیں گیا لیکن لوگوں میں آپ ہی آپ احمدیت کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہی گیند ہے جسے قادیان میں بیٹھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہِٹ ماری تھی'' جو دنیا کے کناروں میں پہنچ رہا ہے۔ (الفضل 8 فروری 1956ء صفحہ 4 جلد 45/10 نمبر 33)

اب تو اس کی اتنی کثرت ہو گئی ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ دنیا سے خود بخود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف کروا رہا ہے۔ کئی واقعات مختلف وقتوں میں لوگوں کے بیان بھی کر چکا ہوں کہ خود رہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس طرح تعارف کروا رہا ہے۔ بعض لوگ عرصے کے بعد جب کہیں آپ کی تصویر دیکھتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں یا خلفاء کی تصویریں دیکھتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں کہ یہی تھے جو ہمیں اسلام کا صحیح پیغام دے رہے تھے۔

پھر ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ''بغیر محنت دینی یا محنت دنیاوی کے کوئی انسان عزت حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے زمانے میں تمام عزت خدا نے ہمارے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ (یعنی اب اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو زمانہ ہے اس میں تمام عزت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہو گئی۔) اب عزت پانے والے یا ہمارے مرید ہوں گے یا ہمارے مخالف ہوں گے۔ (یعنی مخالفین کو بھی اگر عزت ملے گی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے ہی۔) چنانچہ (آپ) فرماتے تھے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب (ہی) کو دیکھ لو وہ کوئی بڑے مولوی نہیں۔ ان جیسے ہزاروں مولوی پنجاب اور ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو اگر اعزاز حاصل ہے تو محض ہماری مخالفت کی وجہ سے۔ وہ لوگ خواہ اس امر کا اقرار کریں یا نہ (کریں) مگر واقعہ یہی ہے کہ آج ہماری مخالفت میں عزت ہے یا ہماری تائید میں۔ گویا اصل مرکزی وجود ہمارا ہی ہے۔ اور مخالفین کو بھی اگر عزت حاصل ہوتی ہے تو ہماری وجہ سے۔'' (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 614)

اس کو مزید کھول کر آپ نے ایک جگہ اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ ''جب تک کوئی انسان کمال حاصل نہ کرے انعام نہیں مل سکتا۔ مذہب میں داخل ہونے سے بھی کمال ہی فائدہ دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ آجکل ہم سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ یا تو پوری مخالفت کرنے والے مثلاً مولوی ثناء اللہ صاحب وغیرہ۔ دوسرے چھوٹے چھوٹے مولویوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں یا کامل اخلاص رکھنے والے''۔ اب چھوٹے مولویوں نے بھی اپنے اپنے علاقوں میں اپنی روزی کمانے کا ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کو بنایا ہوا ہے اور ان کو اگر روٹی مل رہی ہے تو اسی وجہ سے مل رہی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''ادنیٰ تعلق فائدہ نہیں دیتا۔ اصل میں کمال ہی سے فضل ملتا ہے۔ بغیر اس کے انسان فضل سے محروم رہتا ہے۔ اگر انسان 'ہرچہ بادہ باد کشتی مادر آب انداختیم' کہہ کر خدا تعالیٰ کی طرف چل پڑے۔ (یعنی اب چاہے جو بھی ہونا ہے ہو جائے ہم نے تو اپنی کشتی دریا میں ڈال دی ہے۔ اگر یہ کہہ کر خدا تعالیٰ کی طرف چل پڑے) تو اس کے ساتھ بھی پہلوں کا سا معاملہ ہو گا۔ آخر خدا تعالیٰ کو کسی سے دشمنی نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کامل طور پر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے ڈال دے اور اس کے آستانے پر گرا دے۔ اس سے آپ ہی آپ اسے سب کچھ حاصل ہو جائے گا اور جو ترقی اس کے لئے ضروری ہو گی وہ آپ ہی آپ مل جائے گی''۔ (اس لئے ہر احمدی کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ماننا ہے تو مکمل اس کے آگے ڈالنا ہو گا)۔ آپ نے لکھا کہ ''آگ کے پاس بیٹھنے والے کے اعضاء کو دیکھو سب گرم ہوں گے۔ اس کا چہرہ ہاتھ پاؤں جہاں ہاتھ لگاؤ گے گرم محسوس ہو گا تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ کوئی شخص سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خدا کے پاس آئے اور اس کے پاس بیٹھ جائے اور خدا تعالیٰ کا وجود اس کے اندر سے ظاہر نہ ہو۔ آگ کے اندر لوہا پڑ کر آگ کی خصوصیات ظاہر کرنے لگ جاتا ہے گو وہ آگ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے لوگوں سے خاص معاملات ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں کُنْ فَیَکُوْن والی چادر پہنا دیتا ہے حتی کہ نادان ان کو خدا سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ وہ تو صرف خدا تعالیٰ کی صفات کا عکس پیش کر رہے ہوتے ہیں۔

پس اگر کوئی مذہب سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اس کا طریق یہی ہے کہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے کُلّی طور پر ڈال دے۔ لیکن اگر قوم کی قوم اس طرح کرے تو اس پر خاص فضل ہوں گے اور وہ ہر میدان میں فتح حاصل کرے گی۔ ہماری جماعت کے لئے بھی یہی قدم اٹھانا ضروری ہے مگر بہت سے لوگ صرف کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت کرنی چاہئے کہ ایک طبعی شئے بن جائے۔ صرف جھوٹا دعویٰ نہ ہو کیونکہ جھوٹ اور خدا تعالیٰ کی محبت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ جھوٹ ایک ظلمت ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ایک نور۔ پس نور اور ظلمت کیسے جمع ہو سکتے ہیں''۔ (خطبات محمود جلد 17 صفحہ 471-470)

پس ہمیں اپنے جائزے لیتے رہنا چاہئے اور اکثر مَیں توجہ دلاتا بھی رہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کر ہمیں دوسروں سے مختلف نظر آنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین میں بھی ہمیں دوسرے سے مختلف نظر آنا چاہئے اور بڑھے ہوئے ہونا چاہئے۔ عبادات میں بھی ہمیں دوسروں سے مختلف نظر آنا چاہئے۔ اعلیٰ معیاروں کو پانے کی کوشش کرنے والے بھی ہم دوسروں کی نسبت زیادہ ہونے چاہئیں۔ اعلیٰ اخلاق میں بھی ہمیں امتیازی حیثیت حاصل ہونی چاہئے۔ قانون کی پابندی میں بھی ہم ایک مثال ہونے چاہئیں۔ غرض کہ ہر چیز میں ایک احمدی کو دوسروں سے ممتاز ہونے کی ضرورت ہے تبھی ہم جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں بیعت سے صحیح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

احسان اور حسن سلوک کا ایک واقعہ یہ بیان فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک افسر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک معاملے میں (ملنے آئے اور) کہا کہ یہ لوگ'' (یعنی قادیان کے رہنے والے غیر از جماعت یا ہندو وغیرہ جو تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بعض دفعہ حکام کو، حکومت کے کارندوں کو غلط شکایات کیا کرتے تھے۔ تو بہرحال ایک دفعہ ایک افسر حکومت کے قادیان آئے اور کہا کہ یہ لوگ) ''آپ کے شہری ہیں۔ آپ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کریں۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو انہوں نے کہا۔) تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس بڈھے شاہ کو (وہاں ایک شخص تھا کوئی بڈھے شاہ اسی کو) پوچھو کہ آیا کوئی ایک موقع بھی ایسا آیا ہے جس میں اس نے اپنی طرف سے نیش زنی نہ کی ہو۔ (جتنا نقصان پہنچانے کی کوشش کی جا سکتی ہے نہ کی ہو) اور پھر اس سے ہی پوچھو کہ کیا کوئی ایک موقع بھی ایسا آیا ہے کہ جس میں مَیں احسان کر سکتا تھا اور پھر میں نے اس کے ساتھ احسان نہ کیا ہو۔ (بس) وہ آگے سر ڈال کر ہی بیٹھا رہا، (بولا نہیں کچھ۔) یہ ایک عظیم الشان نمونہ تھا آپ کے اخلاق کا۔ پس ہماری جماعت کو بھی چاہئے کہ وہ اخلاق میں ایک نمونہ ہو۔ معاملات کی آپ میں (ایک) ایسی صفائی ہو کہ اگر ایک پیسہ بھی گھر میں نہ ہو تو امانت میں

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

ہاتھ نہ ڈالیں اور بات اتنی میٹھی اور ایسی محبت سے کریں کہ جو دوسروں کے دل پر اثر کرے۔‘‘

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 278-277)

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ انسان جس چیز کا عادی ہو جائے وہ تکلیف نہیں رہتی۔ جب عادی ہو جائے تو پھر تکلیف ختم ہو جاتی ہے، فرمایا کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے میں نے خود اپنے کانوں سے یہ مضمون بارہا سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے ابتلا آیا کرتے ہیں۔ ایک تو وہ ابتلا ہوتے ہیں جن میں بندے کو اختیار دیا جاتا ہے کہ تم اس میں اپنے آرام کے لئے خود کوئی تجویز کر سکتے ہو۔ چنانچہ اس کی مثال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے دیکھو! وضو بھی ایک ابتلا ہے۔ سردیوں کے موسم میں جب سخت سردی لگ رہی ہو۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو اور ذرا سی ہوا لگنے سے بھی انسان کو تکلیف ہوتی ہو۔‘‘ (اب تو یہاں ہمارے تصور نہیں غسل خانوں میں بھی ہیٹنگ ہوتی ہے گرم پانی آ رہا ہوتا ہے۔ لیکن ہیٹنگ بھی کوئی نہ ہو باہر جانا ہو، ٹھنڈا پانی ہو تب سردیوں میں وضو کا ایک تصور قائم ہو سکتا ہے۔) فرمایا کہ ’’خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کو حکم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے وضو کرو۔ بسا اوقات جب نماز کا وقت ہوتا ہے اس وقت گرم پانی نہیں ہوتا یا بسا اوقات اسے گرم پانی میسر تو آ سکتا ہے مگر اس وقت تیار نہیں ہوتا۔ پھر بسا اوقات اسے گرم پانی میسر ہی نہیں آ سکتا۔ یخ بستہ پانی ہوتا ہے اور اسی پانی سے اسے وضو کر کے نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بھی ایک ابتلا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے رکھ دیا۔ مگر فرمایا یہ ایسا ابتلا ہے جس میں بندے کو اختیار دیا گیا ہے یعنی اسے اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر پانی ٹھنڈا ہے تو گرم کر لے۔ گویا یہ ایک اختیاری ابتلا ہے۔‘‘ اس قسم کی اختیاری ابتلا کی بہت ساری مثالیں اور بھی دی جا سکتی ہیں۔ فرمایا کہ یہ ’’جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا اور انسان کو اس بات کی اجازت دی کہ اگر ٹھنڈے پانی سے تم وضو نہیں کر سکتے تو ہمت کرو اور آگ پر پانی گرم کر لو اور اپنے گھر میں آگ موجود نہیں تو ہمسائے کے گھر سے آگ لے کر پانی گرم کر لو اور گرم پانی سے وضو کرنے کے بعد اچھی طرح گرم کپڑے پہن لو تا تمہیں سردی محسوس نہ ہو یا بعض اوقات لوگ مسجدوں میں حمام بنا دیتے ہیں جن میں پانی گرم رہتا ہے۔ پس جو لوگ غریب اپنے گھروں میں پانی گرم نہیں کر سکتے وہ مساجد میں جا کر حمام سے وضو کر سکتے ہیں‘‘۔ یہ جو غیر ترقی یافتہ ممالک ہیں یا کم ترقی یافتہ ممالک ہیں وہاں جو لوگ سننے والے ہیں وہ اس کا صحیح تصور پیدا کر سکتے ہیں بلکہ آپ میں سے بھی جو سب بڑے ہیں۔ یہاں کے پیدا ہوئے ہوئے لوگ شاید اس کا تصور پیدا نہ کر سکیں۔ یہاں گرم پانی میسر آ جاتا ہے۔ لیکن بہر حال بہت سارے ہم میں سے جانتے ہیں کہ پاکستان ہندوستان وغیرہ میں کیا صورتحال ہوتی ہے۔ پھر فرمایا: ’’یا اگر مسجد میں گرم حمام کا انتظام نہ ہو تو پھر کوئی ہمت والا کنوئیں سے تازہ پانی کا ڈول نکال کر اس سے وضو کر لیتا ہے اس طرح بھی وہ سردی سے بچ جاتا ہے کیونکہ سردیوں میں کنویں کا تازہ پانی قدرے گرم ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی ذریعہ اس کے پاس موجود نہیں تو وہ اس طرح اپنی تکلیف کو دور کر سکتا ہے۔ اسی طرح فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ علی الصبح اٹھے اور نماز فجر پڑھے۔ اب سردیوں میں صبح کے وقت اٹھنا کتنا دوبھر ہوتا ہے لیکن انسان کے پاس اگر کافی سامان ہو تو یہ تکلیف بھی اسے محسوس نہیں ہو سکتی۔ مثلاً اگر اسے تہجد کی نماز پڑھنے کی عادت ہے تو وہ یہ کر سکتا ہے کہ تہجد کی نماز پڑھتے وقت کمرے کے دروازے اچھی طرح بند کرے تا کمرہ گرم رہے اور باہر کی ٹھنڈی ہوا اندر نہ آ سکے۔ اسی طرح جب فجر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد کو جائے تو کمبل یا دُلائی اوڑھ سکتا ہے (جن کے پاس کوٹ نہیں ہیں)۔ یا گرم کوٹ پہن کر جا سکتا ہے اور اگر کوئی غریب بھی ہو تو وہ بھی پھٹی پرانی (کوئی) صدری یا کوٹ پہن کر جا سکتا ہے۔ اور سردی کے اثر سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص بالکل ہی غریب ہو اور اس کے پاس نہ کمبل ہو نہ دولائی نہ صدری نہ کوٹ تو اسے بھی زیادہ تکلیف نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسے شخص کو سردی کے برداشت کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جس چیز کا انسان عادی ہو جائے وہ اس کو تکلیف نہیں دیتی‘‘۔ (خطبات محمود جلد 17 صفحہ 670-669)

بہت سارے لوگوں کو ہم نے پاکستان میں بھی سردیوں میں دیکھا ہے۔ ہم جب گرم کپڑے پہن رہے ہوتے ہیں تو ایک غریب آدمی بیچارہ معمولی سے گرم کپڑے پہن کے اور بغیر جرابوں کے آرام سے پھر رہا ہوتا ہے اور اسے کوئی سردی کا احساس نہیں ہوتا اس لئے کہ عادت پڑ جاتی ہے۔

پھر آپ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ (مثلاً) عورتیں بعض دفعہ جہاں لکڑی اور کوئلہ جل رہا ہوتا ہے وہاں کام کرتی ہیں تو ہاتھوں سے چولہے سے کوئلہ یا انگارے نکال لیتی ہیں اور انہیں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی جبکہ ہم لوگ جو ہیں اس کے انگارے کے قریب بھی نہیں جا سکتے‘‘۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 670)

تو کسی چیز کی جب یہ عادت پڑ جائے تو پھر تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے پہلی چیز تو یہ ہے کہ اگر ابتلا ہے بھی تو تکلیف برداشت کر کے بھی اس کو اللہ تعالیٰ کی خاطر برداشت کرنا چاہئے اور اگر اس کو دور کرنے کا حل نکل سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان سے حل نکال کے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اگر نہیں بھی تو پھر انسان اپنے آپ کو عادت ڈالے اور اس کے مطابق کرنے کی کوشش کرے اور جب عادت پڑ جائے تو پھر وہ تکلیف، تکلیف نہیں رہتی۔

دوسرے حصے کا تو آپ نے ذکر نہیں کیا کہ دوسرا ابتلا (کیا ہے؟) لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس مَیں پڑھ دیتا ہوں جس میں آپ نے ابتلاؤں میں حکمت کیا ہے، اس کے بارے میں فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

’’دیکھو اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ اپنے بندوں کو کسی قسم کا ایذاء نہ پہنچنے دیتا اور ہر طرح سے عیش و آرام میں ان کی زندگی بسر کرواتا۔ ان کی زندگی شاہانہ زندگی ہوتی۔ ہر وقت ان کے لیے عیش و طرب کے سامان مہیا کئے جاتے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس میں بڑے اسرار اور راز نہاں ہوتے ہیں۔ دیکھو والدین کو اپنی لڑکی کیسی پیاری ہوتی ہے بلکہ اکثر لڑکوں کی نسبت زیادہ پیاری ہوتی ہے مگر ایک وقت آتا ہے کہ والدین اس کو اپنے سے الگ کر دیتے ہیں۔ وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت کو دیکھنا بڑے جگر والوں کا کام ہوتا ہے۔ دونوں طرف کی حالت ہی بڑی قابل رحم ہوتی ہے (یعنی ماں باپ بھی رخصت کے وقت رو رہے ہوتے ہیں اور لڑکی بھی) قریباً چودہ پندرہ سال ایک جگہ رہے ہوئے ہوتے ہیں۔ آخر ان کی جدائی کا وقت نہایت ہی رقّت کا وقت ہوتا ہے۔ اس جدائی کو بھی کوئی نادان بے رحمی کہہ دے تو بجا ہے مگر اس کی لڑکی میں بعض ایسے قویٰ ہوتے ہیں جس کا اظہار اس علیحدگی اور سسرال میں جا کر شوہر سے معاشرت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے جو طرفین کے لیے موجب برکت اور رحمت ہوتا ہے۔ یہی حال اہل اللہ کا ہے۔ ان لوگوں میں بعض خلق ایسے پوشیدہ ہوتے ہیں کہ جب تک ان پر تکالیف اور شدائد نہ آویں ان کا اظہار ناممکن ہوتا ہے۔ دیکھو اب ہم لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بیان کرتے ہیں بڑے فخر اور جرأت سے کام لیتے ہیں یہ بھی تو صرف اسی وجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ دونوں زمانے آ چکے ہوئے ہیں ورنہ ہم یہ فضیلت کس طرح بیان کرتے‘‘۔ (یعنی آسائش کا بھی زمانہ آیا اور سختیوں اور تکلیفوں کا بھی) ’’دکھ کے زمانہ کو بری نظر سے نہ دیکھو۔ یہ خدا (تعالیٰ) سے لذّت کو اور اس کے قرب کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اسی لذت کو حاصل کرنے کے واسطے جو خدا کے مقبولوں کو ملا کرتی ہے دنیوی اور سفلی کُل لذات کو طلاق دینی پڑا کرتی ہے۔ خدا کا مقرب بننے کے واسطے ضروری ہے کہ دکھ سہے جاویں اور شکر کیا جاوے اور نئے دن ایک نئی موت اپنے اوپر لینی پڑتی ہے۔ جب انسان دنیوی ہوا و ہوس اور نفس کی طرف سے بکلی موت اپنے اوپر وارد کر لیتا ہے تب اسے وہ حیات ملتی ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتی۔ پھر اس کے بعد مرنا کبھی نہیں ہوتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 201-200۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ ہے ابتلا کی حکمت کا مختصر خاکہ۔ حضرت مصلح موعود نے ایک دفعہ فرمایا کہ ’’میری عمر جب نو یا دس برس کی تھی۔ مَیں اور ایک اور طالبعلم گھر میں کھیل رہے تھے۔ وہیں الماری میں ایک کتاب پڑی ہوئی تھی جس پر نیلا جزدان تھا اور وہ ہمارے دادا صاحب کے وقت کی تھی۔ نئے نئے علوم ہم پڑھنے لگے تھے۔ اس کتاب کو جو کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ اب جبرائیل نازل نہیں ہوتا۔ مَیں نے کہا یہ غلط ہے۔ میرے ابّا پر تو نازل ہوتا ہے۔ اس لڑکے نے کہا۔ جبرائیل نہیں آتا کتاب میں لکھا ہے۔ ہم میں بحث ہو گئی۔ آخر ہم دونوں حضرت صاحب کے پاس (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس) گئے۔ اور دونوں نے اپنا اپنا بیان پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کتاب میں غلط لکھا ہے۔ جبرائیل اب بھی آتا ہے۔

پھر اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ’’بیوقوفی کے واقعات میں مجھے بھی اپنا ایک واقعہ یاد ہے۔ کئی دفعہ اس واقعے کو یاد کر کے میں ہنسا بھی ہوں اور بسا اوقات میری آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے ہیں۔ مگر میں اسے بڑی قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا کرتا ہوں اور مجھے اپنی زندگی کے جن واقعات پر ناز ہے ان میں وہ ایک حماقت کا واقعہ بھی ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ایک رات ہم صحن میں سو رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا کہ آسمان پر بادل آیا اور زور سے گرجنے لگا۔ اسی دوران میں قادیان کے

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths
Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)
•Asylum & Immigration
•New Point Based System
•Settlement Applications (ILR)
•Post Study Work Visa
•Nationality & Travel Documents
•Human Rights Applications
•High Court of Appeals
قانونی مشاورت
برائے اسائلم
• Switching Visas
• Over Stayers
• Legacy Cases
• Work Permits
• Visa Extensions
• Judicial Reviews
• Tribunal Appeals
HEAD OFFICE
190 Merton High Street , Wimbledon,London, SW19 1AX
(1 minute from South Wimbledon Tube Station)
Tel: 02085 401 666, Fax: 02085 430 534
BRANCH OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
24 Hours Emergency No:
07878 33 5000 / 0777 4222 062
Same Day Visa Service
Email: law786@live.com
RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)
SOW THE SEEDS OF LOVE

قریب ہی کہیں بجلی گر گئی مگر اس کی کڑک اس زور کی تھی کہ قادیان کے ہر گھر کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ بجلی شاید ان کے گھر میں ہی گری ہے...... اس کڑک اور کچھ بادلوں کی وجہ سے تمام لوگ کمروں میں چلے گئے۔ جس وقت بجلی کی یہ کڑک ہوئی اس وقت ہم بھی جو صحن میں سو رہے تھے اٹھ کر اندر چلے گئے۔ مجھے آج تک وہ نظارہ یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اندر کی طرف جانے لگے تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر پر رکھ دیئے کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے، ان پر نہ گرے۔ بعد میں جب میرے ہوش ٹھکانے آئے تو مجھے اپنی اس حرکت پر ہنسی آئی کہ ان کی وجہ سے تو ہم نے بجلی سے بچنا تھا، نہ یہ کہ ہماری وجہ سے وہ (آپ) بجلی سے محفوظ رہتے''۔ (سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 150-149)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ''1905ء آیا۔ مولوی عبدالکریم صاحب بیمار ہوئے۔ میری عمر 17 سال کی تھی اور ابھی کھیل کود کا زمانہ تھا۔ مولوی صاحب بیمار تھے اور ہم سارا دن کھیل کود میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دن یخنی لے کر میں مولوی صاحب کے لئے گیا۔ اس کے سوا یاد نہیں کہ کبھی پوچھنے بھی گیا ہوں۔ اس زمانے کے خیالات کے مطابق یقین کرتا تھا کہ مولوی صاحب فوت ہی نہیں ہو سکتے وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد فوت ہوں گے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی طبیعت تیز تھی۔ ایک دو سبق ان کے پاس الف لیلہ کے پڑھے پھر چھوڑ دیئے۔ اس سے زیادہ ان سے تعلق نہ تھا۔ ہاں ان دنوں میں یہ بحثیں خوب ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دایاں فرشتہ کون سا ہے اور بایاں فرشتہ کون سا ہے۔ بعض کہتے کہ مولوی عبدالکریم صاحب دائیں ہیں اور بعض حضرت استاذی المکرّم خلیفہ اول کی نسبت کہتے کہ وہ دائیں فرشتے ہیں۔ علموں اور کاموں کا موازنہ کرنے کی اس وقت طاقت ہی نہ تھی۔ (یعنی بچپن لڑکپن تھا۔ سوچ نہیں تھی) اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے جو حضرت خلیفہ اول مجھ سے کیا کرتے تھے میں نورالدینیوں میں سے تھا۔ ہم نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی دریافت کیا تھا اور آپ نے ہمارے خیال کی تصدیق کی۔ (یعنی کہ حضرت خلیفہ اول حضرت مسیح موعود کے زیادہ قریبی تھے)۔ غرض مولوی عبدالکریم صاحب سے کوئی زیادہ تعلق مجھے نہیں تھا سوائے اس کے کہ ان کے پُرزور خطبوں کا مداح تھا اور ان کی محبتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معتقد تھا۔ مگر جونہی آپ کی وفات کی خبر میں نے سنی میری حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا۔ وہ آواز ایک بجلی تھی جو میرے جسم کے اندر سے گزر گئی۔ جس وقت میں نے آپ کی وفات کی خبر سنی مجھ میں برداشت کی طاقت نہ رہی۔ دوڑ کر اپنے کمرے میں گھس گیا اور دروازے بند کر لئے۔ پھر ایک بے جان لاش کی طرح چارپائی پر گر گیا اور میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ وہ آنسو نہ تھے ایک دریا تھا۔ دنیا کی بے ثباتی، مولوی صاحب کی محبتِ مسیح علیہ السلام اور خدمت مسیح کے نظارے آنکھوں کے سامنے پھرتے تھے۔ دل میں بار بار خیال آتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کاموں میں یہ بہت سا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اب آپ کو بہت تکلیف ہوگی اور پھر خیالات پر ایک پردہ پڑ جاتا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگتا تھا۔ اس دن مَیں نہ کھانا کھا سکا نہ میرے آنسو تھمے حتی کہ میری لاابالی طبیعت کو دیکھتے ہوئے میری اس حالت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تعجب ہوا اور آپ نے حیرت سے فرمایا محمود کو کیا ہو گیا ہے۔ اس کو تو مولوی صاحب سے کوئی ایسا تعلق نہ تھا۔ یہ تو بیمار ہو جائے گا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ''1908ء کا ذکر میرے لئے تکلیف دہ ہے۔ وہ میری کیا سب احمدیوں کی زندگی میں ایک نیا دور شروع کرنے کا موجب ہوا۔ اس سال وہ ہستی جو ہمارے بے جان جسموں کے لئے بمنزلہ روح کے تھی اور ہماری بے نور آنکھوں کے لئے بمنزلہ بینائی کے تھی اور ہمارے تاریک دلوں میں بمنزلہ روشنی کے تھی، ہم سے جدا ہو گئی۔ یہ جدائی نہ تھی۔ ایک قیامت تھی۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور آسمان اپنی جگہ سے ہل گیا۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس وقت نہ روٹی کا خیال تھا نہ کپڑے کا۔ صرف ایک خیال تھا کہ اگر ساری دنیا بھی مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ دے تو مَیں نہیں چھوڑوں گا اور پھر اس سلسلے کو دنیا میں قائم کروں گا۔ میں نہیں جانتا کہ میں نے کس حد تک اس عہد کو نبھایا مگر میری نیت ہمیشہ یہی رہی کہ اس عہد کے مطابق میرے کام ہوں۔'' (یاد ایام۔ انوار العلوم جلد 8 صفحہ 368-367)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا ہر فرد بلکہ بعد میں آنے والے بھی گواہ ہیں کہ آپ نے اس عہد کو خوب نبھایا بلکہ ہمارے لئے بھی عہدوں کو نبھانے کے لئے صحیح راستوں کی طرف آپ نے رہنمائی فرما دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے عہدوں کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس وقت میں دو جنازے پڑھاؤں گا۔ ایک جنازہ حاضر ہے۔ (آ گیا ہوا ہے؟) یہ جنازہ حاضر جو ہے مکرمہ ثریا بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری عبدالرحیم صاحب مرحوم آف ملتان کا ہے جو آجکل مانچسٹر یوکے میں تھیں۔ ان کی 77 سال کی عمر میں 11 نومبر کو وفات ہوئی ہے۔ اِنَّـالِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ نیک، صالح، نمازوں کی پابند خوش اخلاق، صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ان کے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹے عبدالمتین صاحب زعیم انصار اللہ مانچسٹر ہیں۔ بیٹی صدر لجنہ مانچسٹر کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ غائب ہے جو مکرم محمود عبداللہ شبوطی صاحب آف یمن کا ہے۔ شبوطی صاحب 9 نومبر 2014ء کو لمبی بیماری کے بعد وفات پا گئے۔ اِنَّـالِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو آپ کے والد نے جامعہ احمدیہ ربوہ میں تعلیم کی غرض سے بھجوایا تھا جہاں سے آپ نے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ مکرم غلام احمد صاحب مبلغ سلسلہ کے بعد آپ یمن میں مبلغ تعینات ہوئے۔ یمن میں 24 مئی 1934ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مکرم عبداللہ محمد عثمان الشبوطی صاحب پہلے یمنی احمدی تھے جنہوں نے مبلغ سلسلہ مکرم غلام احمد صاحب کے ذریعہ بیعت کی تھی۔ مرحوم کے والد صاحب نے آپ کو جون 1952ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں پڑھنے کے لئے بھجوایا تھا جہاں مرحوم نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے والے آپ پہلے غیر ملکی تھے۔ اسی طرح آپ نے جامعہ سے شاہد کا امتحان بھی پاس کیا اور 1960ء میں مبلغ بن کے یمن واپس آئے۔ لیکن آپ کی واپسی سے قبل آپ کے والد صاحب نے ہدایت کی کہ ربوہ میں شادی کر کے آئیں اور پھر تحریک جدید نے ان کا رشتہ مکرم سید بشیر احمد شاہ صاحب کی صاحبزادی محترمہ نسرین شاہ صاحبہ سے کروایا۔ یہ جو شبوطی صاحب کا سسرال ہے یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کے خاندان میں سے ہے۔ مرحوم کے بارے میں ان کے صاحبزادے نے لکھا کہ جامعہ کے تمام طلباء یہ بتایا کرتے تھے کہ وہ نماز فجر مسجد محمود میں ادا کرتے تھے جو تحریک جدید کے کوارٹروں میں ہے لیکن شبوطی صاحب مسجد مبارک جا کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اور پھر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کے سیر پہ جاتے تھے۔ ان کے ساتھیوں میں اس زمانے کے جامعہ کے طلباء میں عثمان چینی صاحب، وہاب آدم صاحب وغیرہ شامل ہیں۔ مرحوم نے ستّر کی دہائی کے ابتدائی عرصے تک یمن میں بطور مبلغ کام کیا لیکن جب یمنی حکومت انگریزی حکومت سے آزاد ہوئی تو یمن میں کمیونسٹ پارٹی کی حکومت آئی جس نے ہر قسم کی مذہبی سرگرمیوں پر اور تبلیغ پر پابندی لگا دی۔ اس وجہ سے جماعت نے آپ کو جماعتی سرگرمیاں منقطع کرنے کی ہدایت کی۔ تاہم آپ جماعت کے انتظامی اور مالی امور سرانجام دیتے رہے۔ جمعہ اور عیدین کی نمازیں آپ عدن یونیورسٹی کی مسجد میں پڑھایا کرتے تھے۔ یونیورسٹی کی یہ مسجد ایک احمدی کی ملکیت تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے اہل خانہ نے مسجد واپس ان کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تو شبوطی صاحب مرحوم نے مسجد تو ان کے خاندان کو دے دی جو احمدی نہیں تھے۔ اور اپنا گھر مسجد کے لئے پیش کر دیا۔ پھر وہاں نمازیں ہوتی رہیں۔ آپ جماعت سے کوئی خرچ نہیں لیا کرتے تھے۔ ساری جماعتی ضروریات اپنی جیب سے پوری کیا کرتے تھے۔ جماعتی بجٹ سے کچھ نہ لیتے۔ سارا چندہ بغیر کسی کٹوتی کے مرکز بھجوا دیتے بلکہ ابتدائی مبلغین کو ربوہ میں پلاٹ الاٹ ہوئے تھے تو مرحوم شبوطی صاحب نے جو پلاٹ ان کو الاٹ ہوا وہ بھی جماعت کو دے دیا تھا۔ جس طرح میں نے وہاب آدم صاحب کے بارے میں بتایا تھا کہ انہوں نے بھی جماعت کو دے دیا تھا۔ مرحوم نے اپنی اولاد میں خلافت اور جماعت کی محبت پیدا کی۔ بہت محبت کرنے والے انسان تھے۔ یہاں بھی ایک دفعہ آئے ہیں۔ مجھے ملے ہیں۔ اپنے رشتہ داروں سے خواہ وہ احمدی ہوں یا غیر احمدی صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ باقاعدہ ان سے ملاقات میں تعلق رکھتے تھے۔ پسماندگان میں سیدہ نسرین شاہ صاحبہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور بارہ پوتے پوتیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے ایک بیٹے کینیڈا میں ہیں اور ناصر احمد صاحب یہاں یوکے میں ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: غزوات وسرایا۔ غزوہ فتح مکہ

----از صفحہ 12

کر سکتے اس کے باوجود آپؐ نے مکہ کو چاروں اطراف سے مناسب طاقت کے ساتھ گھیرا (encircle) اور قریش کی سیکورٹی کو موثر طور پر دھمکایا۔

...... مکہ کے نزدیک پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کی ابوسفیان کو اسلامی لشکر کی طاقت، حرکت اور فدائیت دکھائیں تا کہ اس کے حوصلوں پر منفی اثرات پڑیں۔ یہ نفسیاتی آپریشنز کی ایک کڑی تھی کیونکہ اگر ابو سفیان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں تو وہ قریش کے باقی لوگوں کی بھی مسلمانوں سے جنگ کرنے کی حوصلہ شکنی کرے گا۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے آسانی سے مکہ کو فتح کر لیا۔

اختتام

مکہ فتح کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے جانی دشمنوں کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ انہیں سرزنش سے بھی آزاد کر دیا۔ اس کے بعد آپؐ نے خون کی بھی عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ مکہ میں ایک بڑی تعداد میں مردوں اور عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بعت کی جن میں بہت سے مکہ کے اکابرین و روّسا بھی تھے۔ ان ابتدائی کاموں سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے گرد ونواح کو بھی بتوں سے پاک کرنے کے لئے چند فوری مہمات بھجوائیں۔ فتح مکہ سے مسلمانوں کے عرب میں دشمنوں کا خاتمہ نہیں ہوا تھا بلکہ مکہ کے قرب وجوار کے قبیلے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور جلد ہی ان سے سامنا ہونے کی توقع تھی۔

بقیہ: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بعض مجالس سوال و جواب

......از صفحہ نمبر 4

جو ایک بالغ کو دیتے ہو؟

لڑکا: نہیں۔

حضرت: کیوں؟ جب کہ دونوں کی روح برابر ہیں۔

لڑکا: یہ تو نئی انٹیلیکچول فیکلٹیز (Intellectual Faculties) کا فرق ہے۔

حضرت: پھر جب آپ اس فرق سے یکساں ہدایات نہیں دے سکتے تو روحانی ارتقا کے ساتھ یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو تعلیم اس کے ابتدائی درجہ میں موزوں تھی آج وہی دی جاوے۔ ایک بچہ کے کپڑے خواہ نئے ہی ہوں وہ جوان آدمی کے قابل نہیں ہوتے۔ لیکن جہاں یہ حالت ہو کہ وہ پھٹ کر بوسیدہ ہو گئے ہوں، وہ ایک جوان آدمی کے استعمال میں کس طرح آ سکتے ہیں۔ یہی حال ہندوازم کی اس تعلیم کا ہے۔

(اس پر وہ لڑکا تو خاموش ہو گیا اور ایک دوسرا ہندو نوجوان بولا)

ہندو نوجوان: فیکلٹیز (Faculties) کا سوال نہیں صرف روح کا سوال ہے۔

حضرت: فیکلٹیز کو روح سے الگ کس طرح کرو گے؟

وہی لڑکا: اس وقت تو زمانہ اَور بھی ترقی کر گیا ہے، پھر اسلام کی تعلیم کس طرح کافی ہو سکتی ہے؟

حضرت: یہ تو واقعات سے ثابت ہے۔ اسلام کی تعلیم اس زمانہ کے لئے کافی ہے۔ آپ کوئی بات پیش کریں، میں دکھا دوں گا کہ اسلام کی تعلیم اس ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اسلام نے شراب کی حُرمت کا حکم دیا ہے۔ اب اس زمانہ کے لوگ اس کی ضرورت کو تسلیم کر رہے ہیں یا نہیں۔

وہی لڑکا: ہندو مذہب نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔

حضرت: آپ کو معلوم نہیں رِگ وید میں تو شُرتیوں کی شُرتیاں اس کی تائید میں ہیں؟

وہی لڑکا: نہیں۔

حضرت: مَیں نے رگ وید کا ترجمہ پڑھا ہے اور آپ بغیر پڑھنے کے کہتے ہیں کہ نہیں۔

لڑکا: بدھ مذہب میں عہد لیتے ہیں کہ نشہ نہیں پیوں گا۔

حضرت: صرف مونکس (Monks) سے، عوام سے نہیں۔

لیڈی لِٹن کا ہمراہی لڑکا: کیا آپ رِی اِن کارنیشن (Reincarnation) کے قائل ہیں؟

حضرت: نہیں۔

(انوار العلوم جلد 8 صفحہ 597 تا 603)

بقیہ: حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی جاپان کے لئے زرّیں خدمات

۔۔۔از صفحہ 11

میں ایک زبردست تاریخی تقریر کی تھی اور کہا تھا کہ معاہدہ اور پابندیاں جاپان کے ساتھ عدل اور انصاف کی بنیاد پر ہونی چاہئیں انتقام کی بنیاد پر نہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مستقبل میں جاپان ساری دنیا میں معاشی لحاظ سے اور امن کے لحاظ سے ایک اہم کردار ادا کرنے والا ملک ہوگا۔ چنانچہ آپ نے جاپان کی آزادی میں اور جاپان کے آگے بڑھنے میں بہت عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں''۔

موصوف نے کہا کہ میں آج جاپان کے ایک وزیر کی حیثیت سے جاپانی قوم کی طرف امام جماعت احمدیہ اور آپ سب کا شکرگذار ہوں کیونکہ وہ (حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ) جماعت احمدیہ کے ایک مخلص ممبر تھے۔

ناگویا میں منعقد ہونے والے استقبالیہ میں مکرم Akio Najima صاحب جو ہائی کورٹ بار کے عہدیدار اور ایک مشہور وکیل ہیں انہوں نے بھی حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جاپانی قوم کی طرف سے نہایت ادب کے ساتھ سر جھکا کر حضور انور کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ''یہ احسان جاپانی قوم کے لئے ہمیشہ یاد رکھا جانے والا ہے''۔

☆......☆......☆

یہ محبت انہیں نصیب کہاں!

بیخودی یا شعور کی باتیں ، جذب و مستی ، سرور کی باتیں
زیب دیتی نہیں اُسے پیارو ، جس کو اُس یار کی خبر ہی نہ ہو
دلنشیں، دلربا، افق تا افق ، مہر و لطف و جمال کا عالم
ان کی آنکھوں سے رہ گیا اوجھل ، جن کی اُس یار پہ نظر ہی نہ ہو
خوف ہوتے ہی امن بھر دینا ، پھر عِنایاتِ خاص بھی کرنا
یہ محبت انہیں نصیب کہاں ، جن پہ اُس یار کی نظر ہی نہ ہو
پیچ گرداب ڈوبتے لوگو ایک لمحے کو سوچ تو لیتے
ہاتھ ٹھکرا رہے ہو تم جس کا ، اِس زمانے کا وہ خضؔر ہی نہ ہو
کیوں اندھیرا ہے یہ چراغ تلے ، حاکمِ وقت تم ہی بتلاؤ
درد سارے جہاں کا ہو دل میں ، اور گھر کی کوئی خبر ہی نہ ہو
آتشِ ظلم و جور ، دار و رَسَن ، نہ ہلا پائیں گے ہمارے قدم
تم نے یہ کس طرح سے سوچ لیا ، کوئی منصوؔر ہو ، نڈر ہی نہ ہو
تم لگا لو نسیم پر پہرے ، ہاں مگر کس طرح یہ ممکن ہے
بعد مدت کے اِک گلاب کھلے ، تتلیوں کو مگر خبر ہی نہ ہو
یاس و حسرت ، شکست و رسوائی ، جو لکھی ہے تمہاری قسمت میں
دیکھنا اے مرے غنیم کہیں یہ مری آہ کا اثر ہی نہ ہو
ماورائے حیاتِ کون و مکاں روح کا یہ سفر تو جاری ہے
جسمِ خاکی نہیں ہے گھر ایسا ، زندگی جس بِنا بسر ہی نہ ہو
اتنا بے دست و پا نہیں طارقؔ ، کوچۂ یار تک بھی پہنچوں گا
یہ تو ممکن نہیں کہ جیتے جی اُس طرف سے مرا گزر ہی نہ ہو

(طارقؔ احمد مرزا۔ آسٹریلیا)

ناروے میں جلسہ پیشوایان مذاہب کا انعقاد

(رپورٹ: چوہدری شاہد محمود کاہلوں مبلغ انچارج ناروے)

جماعت احمدیہ ناروے مختلف مذاہب میں ہم آہنگی پیدا کرنے اور آپس میں انہیں قریب کرنے ، دوسرے مذاہب اور ان کے پیشواؤں کا احترام پیدا کرنے ، لوگوں میں مذہبی شعور پیدا کرنے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

1986ء سے لگاتار ناروے میں بین المذاہب کانفرس کا انعقاد کر رہی ہے۔ اس میں مختلف مذاہب کے نمائندگان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ آ کر ایک مخصوص عنوان پر اپنے مذاہب کا نقطۂ نظر بیان کریں۔ انہیں اس موقع پر اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کی اجازت ہوگی لیکن دوسرے مذاہب پر تنقید نہیں کی جائے گی۔ جب تک مسجد بیت النصر ناروے تعمیر نہیں ہوئی تھی یہ جلسہ شہر کے وسط میں ایک ہال کرایہ پر لے کر وہاں منعقد کیا جاتا تھا لیکن جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت احمدیہ ناروے کو یہ مسجد عطا فرمائی ہے یہ جلسہ مسجد سے ملحقہ مسرور ہال میں منعقد کیا جاتا ہے۔

جلسے کی تیاری کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ جس نے سیکرٹری صاحب تبلیغ محترم فیصل سہیل صاحب کی معاونت کی۔ اس سال جلسے میں تقاریر کے عناوین ''دنیا کی تشویشناک صورتحال اور امن کا راستہ'' کو پیش نظر رکھتے ہوئے تجویز کئے گئے تھے۔ اور تقاریر کے لئے اسلام، عیسائیت، یہودیت ، سکھ ازم، ہندوازم اور بدھ ازم کے نمائندگان کو دعوت دی گئی تھی۔ اور لوگوں کو اس میں شمولیت کے لئے جہاں زبانی طور پر اور تعلقات کی بنیاد پر دعوت دی گئی وہاں ایک اشتہار چھاپ کر شہر کے مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا اور ساتھ ہی یہاں کے ایک مشہور اخبار Klasse Kampen میں اشتہار بھی دیا گیا۔ اس طرح جلسے سے پہلے ہی جماعت احمدیہ کا تعارف اور جماعت احمدیہ کی باہمی مذہبی ہم آہنگی کے لئے مساعی لوگوں تک پہنچ چکی تھی۔

جلسہ کی صدارت محترم زرتشت منیر احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ ناروے نے کی۔ جبکہ سیکرٹری کے فرائض ظہور احمد منیر احمد صاحب نے ادا کئے۔ یہود کے نمائندے جو اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے نہ آ سکے تھے کے علاوہ تمام مذاہب کے نمائندگان نے شرکت کی اور دیئے گئے عنوان پر اپنے مؤقف کو واضح کیا۔ سب مذاہب کا نقطہ نظر واضح تھا کہ ہر مذہب امن اور صلح جوئی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی امن اور محبت پھیلانا مذاہب کی غرض ہوا کرتی ہے۔

اسلام احمدیہ کی نمائندگی محترم ہارون احمد چوہدری صاحب مربی سلسلہ نے کی اور اپنی تقریر میں بتایا کہ اسلام اس بارہ میں کس طرح لوگوں کی بہترین راہنمائی کرتا ہے۔ آپ نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ اسلام کا تو مطلب ہی امن دینے والا ہے۔ اور اسلام کی حقیقت یہی ہے کہ لوگوں کو سکھایا جائے کہ کس طرح خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے لوگوں میں امن اور محبت کی فضا کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ اور حضرت محمدؐ اسی تعلیم کو پھیلانے کے لئے آئے تھے اور اسی کے لئے آپؐ نے ساری زندگی کام کیا۔

اور اس دور میں اسلام کی خوبصورت تعلیم کو پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آج آپ کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ اسلام کی یہ امن اور محبت کی پیاری تعلیم ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے کوششیں کر رہے ہیں۔ اور آپ نے دنیا کے مختلف ایوانوں میں اس موضوع پر خطاب فرمائے ہیں۔

مقررین کے خطابات کے بعد ایک وقفہ کیا گیا جس میں چائے کافی اور دیگر لوازمات کے ساتھ شاملین جلسہ کی تواضع کی گئی۔ اور وقفہ کے بعد اس جلسہ کے دوسرے سیشن کا آغاز ہوا جس میں ان نمائندگان سے شاملین جلسہ نے مختلف سوالات پوچھے۔ یہ پروگرام دو گھنٹے تک جاری رہا۔

آخر میں دعا کے ساتھ یہ جلسہ اختتام کو پہنچا۔ جلسے کی کارروائی کے بعد مہمانان کرام کو مسجد بیت النصر کی زیارت کروائی گئی اور اُن کے احمدیت سے متعلق سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

اس جلسے میں شامل ہونے والے غیر مسلم مہمانوں کی تعداد 66 تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوششوں میں برکت دے اور اسلام احمدیت کا یہ نور پھیلاتا چلا جائے۔ آمین

قائم شدہ 1952ء

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

SHARIF JEWELLERS

SINCE 1952

Mian Hanif Ahmad Kamran

Rabwah 0092 47 6212515

15 London Road, Morden SM4 5HT

0044 203 609 4712

0044 740 592 9636

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی جاپان کے لئے زرّیں خدمات

سان فرانسسکو امن معاہدہ میں تاریخی کردار۔جنگی تاوان کی معافی کا اعلان
پاکستان جاپان تعلقات کے بانی اور شہنشاہ جاپان کی طرف سے اظہار عقیدت

(انیس احمد ندیم۔مبلغ جاپان)

ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی حملہ اور جنگ عظیم دوم میں ہزیمت کے بعد جاپان شکست وریخت کا شکار تھا۔ اتحادی ممالک کی طرف سے نت نئے مطالبات اور پابندیوں کا سامنا تھا۔ اس دوران جنگ عظیم دوم کے باقاعدہ اختتام کے معاہدہ کی تقریب کے لئے سان فرانسسکو کا انتخاب ہوا اور 8 ستمبر 1951ء کو اقوام عالم کے 48 ممالک اور جاپان کے مابین ایک معاہدہ عمل میں آیا اس تصفیہ کو Peace Treaty with Japan یا Peace Treaty of San Francisco کا نام دیا گیا۔

کانفرنس میں مدعو ممالک کی تفصیل

اس کانفرنس میں وہ ممالک کو مدعو تھے جن کے خلاف جاپان کی طرف سے جنگی کاروائیاں اور جانی ومالی نقصان کیا گیا۔جنوبی اور مشرقی ایشیائی ممالک میں سے ہندوستان اور برما نے کانفرنس میں شرکت نہیں کی ،چین کو مدعو نہیں کیا گیا۔جنگ عظیم دوم کے وقت پاکستان وجود میں نہیں آیا تھا لیکن برصغیر پر برطانوی حکومت تھی اس وجہ سے پاکستان بھی کانفرنس کے مدعو تھا۔جاپان میں پاکستانی سفارتخانہ کے ریکارڈ کے مطابق:

At the 1951 San Francisco Peace Conference, Pakistan was the only major country invited from South Asia (as China was not invited, and India and Burma stayed away from the Conference for their own reasons). At the conference, Pakistan delegation led by Foreign Minister Sir. Zafarullah Khan strongly argued for treating Japan with respect.

http://pakist anembassyjapan.com/)
content/brief-hist
(ory-pakistan-japan-bilateral-relations

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب وزیراعظم پاکستان جناب لیاقت علی خان صاحب کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ:

’’28۔اگست 1951ء کی شام کو مجھے طلب فرمایا اور کہا سان فرانسسکو میں جاپانی معاہدہ صلح کی کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کے لئے تم نے تجویز کیا تھا کہ مسٹر حسن اصفہانی سفیر پاکستان متعینہ واشنگٹن کو بھیجنا مناسب ہوگا۔ آج وزیراعظم ہند کا جو بیان اس معاہدہ کے متعلق اخبار میں ہے تم نے پڑھا ہے؟ میرے اثباتی جواب پر فرمایا اب تمہارا خود سان فرانسسکو جا کر معاہدے کی تائید کرنا لازم ہوگیا ہے۔‘‘ (تحدیث نعمت صفحہ نمبر 578-577)

سان فرانسسکو معاہدہ میں حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کے کردار اور جاپان کے لئے پرزور حمایت کا ذکر کرتے ہوئے جاپان میں پاکستان کے سابق قائمقام سفیر ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی لکھتے ہیں:

’’وہ واحد ملک جس نے شکست خوردہ جاپان کے ساتھ انسانی ہمدردانہ سلوک کی کانفرنس سے پرخلوص اپیل کی وہ پاکستان تھا۔کسی فائدہ کی توقع کے بغیر محض ایشیائی برادرانہ ناطہ کی وجہ سے پاکستان نے جاپان کے حق میں اپیل کی۔‘‘

(بحوالہ سفیر اور سفارتکاری۔ایک دور کی کہانی از ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی۔پیراماؤنٹ پبلشنگ کراچی)

اس کانفرنس میں جاپان ایک شکست خوردہ ملک کی حیثیت سے شریک تھا اور اس کی قسمت کا فیصلہ اتحادی ممالک کے ہاتھ میں تھا۔اتحادیوں کی طرف سے جو معاہدہ تشکیل دیا گیا اس کے نتیجہ میں ہر متاثرہ ملک کو کروڑوں ڈالرز کے تاوان کا حقدار قرار دیا گیا نیز جاپان کے لئے بہت سی ایسی پابندیاں تجویز کی گئیں جو کسی آزاد اور خودمختار ملک کی عزت ووقار کا تحفظ نہ کرتی تھیں۔ اس موقع پر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ نے کانفرنس سے ایک عظیم الشان خطاب فرمایا اس خطاب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی صاحب جو 64-1963ء میں جاپان میں پاکستان کے قائمقام سفیر رہ چکے ہیں لکھتے ہیں:۔

’’ظفر اللہ خان نے جو پاکستان کی قیادت کر رہے تھے، پرجوش الفاظ میں جاپان کے لئے تقریر کی جس میں انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح کی مثالیں دیتے ہوئے ایک فاتح کے مفتوح سے ہمدردانہ سلوک کی لاثانی مثال بتایا فصاحت کے اس نمونہ سے چند الفاظ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ چونکہ اب یہ تقریر تقریباً نایاب ہوگئی ہے۔ظفر اللہ خان نے کہا:’’ سوائے اس ایک تابندہ اور شاندار مثال کے جس نے عرصہ دراز تک مسلمانوں میں روایت قائم کردی تھی تاریخ شاید ہی ایسی کوئی گواہی پیش کرتی ہے جس میں فاتح نے مفتوح سے بڑی فیاضی کے جذبے کے تحت ایسا شاندار سلوک کیا ہو (جس کی) نہایت نمایاں مثال فتح مکہ تھی ۔جسے ہوئے اب تیرہ سو سال ہوگئے ہیں مگر اس کی چمک دمک آج تک ماند نہیں پڑی۔ صلح مکہ نے بیس سال کے خون کے پیاسے دشمنوں کو ایک دوسرے کا دوست اور برادری بنادیا۔(اس کے برعکس) ہمیں جو صلح دی جاتی ہے اس سے خرابیوں اور تباہیوں کا ایک سلسلہ پیدا ہوتا ہے۔جن کے اس قسم کی صلح سے بیج بوئے جاتے ہیں‘‘

(بحوالہ سفیر اور سفارتکاری ۔ایک دور کی کہانی از ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی ۔پیراماؤنٹ پبلشنگ کراچی)

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ نے اس خوبصورت اسلامی تعلیم کا نمونہ بنتے ہوئے پاکستان کے نمائندہ کی حیثیت سے اپنے حصہ کا تاوان معاف کردیا۔اس بارہ میں ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی صاحب لکھتے ہیں:۔

’’کسی اور ایشیائی ملک نے، ہندوستان نے بھی اپنے حصے کا تاوان جنگ معاف نہیں کیا تھا۔یہ محض پاکستان تھا جس نے تاوان معاف کیا۔ مجھے اتفاقاً اس کا علم ایسے ہوا کہ ایک مرتبہ میں سفارت کے پرانے فائل دیکھ رہا تھا جس میں ایک فائل پر نظر پڑی

Acts of friendship towards Japan

جاپان سے دوستانہ برتاؤ۔اس میں’’ گائی موشو‘‘(جاپانی وزارت خارجہ) کا ایک رسمی مراسلہ دیکھا جس میں پاکستان کا اس پر شکریہ ادا کیا گیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ایک جاپانی پریس ریلیز کی کاپی تھی جس میں جاپان نے پاکستان کے اس عمل کو سراہا تھا۔ مجھے ٹھیک طرح سے یاد نہیں لیکن ہندوستان کا جتنا تاوان جنگ تھا اس میں سے 1/5 پاکستان کا حصہ تھا۔ ہندوستان نے اپنا پورا تاوان جنگ وصول کیا، پاکستان نے نہیں۔ پاکستان ان آدھے درجن ممالک میں سے تھا جس نے جاپان سے تعلقات قائم کئے۔

(بحوالہ سفیر اور سفارتکاری ۔ایک دور کی کہانی از ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی ۔پیراماؤنٹ پبلشنگ کراچی)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اس موقع پر جو عظیم الشان خطاب فرمایا اس کا ایک اقتباس مستقبل میں جاپان کے کردار کے بارہ میں ایک زبردست پیشگوئی کا رنگ رکھتا ہے۔آپ نے فرمایا:۔

"The peace with Japan should be a premised on justice and reconciliation, not on vengeance and oppression. In future Japan would play an important role as a result of the series of reforms initiated in the political and social structure of Japan which hold out a bright promise of progress and which qualify Japan to take place as an equal in the fellowship of peace loving nations".

tanembassyjhttp://pakis)
ent/brief-history-paapan.com/cont
(kistan-japan-bilateral-relations

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کے اس عظیم الشان کردار کی بدولت پاکستان اور جاپان کے مابین دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے ۔بلاشبہ حضرت چوہدری صاحب ان تعلقات کے بانی تھے پاکستانی سفارتخانہ کے ریکارڈ کے مطابق:۔

Soon after the San Francisco Peace Conference, Pakistan was one of the very few countries which opened their commercial office in Japan. Similarly, Japan opened one of its earliest trade offices in Karachi. In 1952, Pakistan opened its Embassy in Tokyo.

akistanembassyjapan.com http://p)
brief-history- /content
(pakistan-japan-bilateral-relations

شہنشائے جاپان کی طرف سے اظہار عقیدت

ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی جو 1964ء میں جاپان میں پاکستان کے قائمقام سفیر رہ چکے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’ ۱۹۶۴ء میں اس تقریر پر جاپان کی قدردانی کا اظہار شہنشاہ ہیرو ہیٹو اور ملکہ جاپان کی طرف سے میں نے اس وقت دیکھا جب ظفر اللہ خان بحیثیت انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس ذاتی دورے پر ٹوکیو آئے ہوئے تھے۔ شہنشاہ کے گرینڈ چیمبرلین نے مجھے ٹیلی فون کیا:’’ سنا ہے کہ ظفر اللہ خان ٹوکیو آئے ہوئے ہیں؟۔آپ انہیں شہنشاہ اور ملکہ کا آج کے لنچ کی دعوت کا پیغام پہنچادیں‘‘ پھر اس نے مجھ سے دریافت کیا۔’’ آپ کے پاس ظفر اللہ خان کی سان فرانسسکو صلح کے معاہدہ والی تقریر کی کاپی ہے؟ یہ اشارہ تھا کہ ظفر اللہ خان کو محض اس تقریر کی وجہ سے یہ غیر معمولی اعزاز دیا جارہا ہے۔اگرچہ ظفر اللہ خان بغیر اپنی اہلیہ کے ٹوکیو آئے ہوئے تھے اور یہ پروٹوکول نہیں ہے کہ واحد مرد کا میزبان جوڑا بنے اور شہنشاہ کی دعوت جاپان میں ایسے ہے جیسے کسی دیوتا کے درشن دینے کے لئے مدعو کیا جانا ......تین دن تک گرینڈ چیمبرلین مجھے ٹیلی فون کرتے رہے اور بالآخر پیغام چھوڑ دیا کہ ان کو بتا دیجئے کہ وہ جب بھی ٹوکیو واپس آئیں ،شہنشاہ اور ملکہ ان کا لنچ پر انتظار کرتے ہیں‘‘۔

(بحوالہ سفیر اور سفارتکاری۔ایک دور کی کہانی از ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی۔پیراماؤنٹ پبلشنگ کراچی)

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل واحسان سے حضرت چوہدری صاحب کی زریں خدمات کے انکشاف کی طرف سفر اس وقت شروع ہوا جب 28 مئی کے سانحہ لاہور کے بعد ہم وزارت خارجہ جاپان کے ایک عہدیدار سے ملے۔ خاکسار اور نجیب اللہ ایاز صاحب اس موقع پر موجود تھے جب جنوبی ایشیائی امور کے ڈائریکٹر مکرم Nakagawa Yasushi سے جماعت کے تعارف میں حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو جاپان کے محسن تھے۔

زلزلہ اور تسونامی کے بعد جماعت احمدیہ کی خدمات کے اعتراف میں مارچ 2012ء میں حکومت جاپان نے ایک عشائیہ کا اہتمام کیا اور اظہار تشکر کے لئے ہمیں بھی مدعو کیا۔خاکسار کے ساتھ مبشر احمد زاہد صاحب اس پروگرام میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر ہم نے مشاہدہ کیا کہ حضرت چوہدری صاحب کی خدمات اور ان کے اعتراف میں وزارت خارجہ کے تمام حکام اور عہدیداران رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ جولائی 2012ء میں وزارت خارجہ کے ایک اعلیٰ ترین عہدیدار مکرم Hiroshi Tajima صاحب (جو اس وقت پالیس ڈویژن کے انچارج ہیں) سے ملاقات کے موقع پر انہوں نے اپنے عملہ کے افراد کو کہا کہ جماعت احمدیہ کے وفد کو سر ظفر اللہ خان صاحب کے دستخط دکھائے جائیں جو وزارت خارجہ کے archives میں موجود ہیں۔مکرم طلعت محمود صاحب اور مکرم حزقیل احمد صاحب بھی اس ملاقات میں موجود تھے۔ وزارت خارجہ کے عہدیداران نے بڑی محبت سے ذکر کیا کہ حکومت جاپان کے پاس اس تقریر کا مکمل ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ ہمیں مزید حیرانی اس وقت ہوئی جب مکرم Nakagawa Yasushi صاحب نے کہا کہ انہوں نے سر ظفر اللہ خان صاحب کی کتاب’’ تحدیث نعمت‘‘ سفارتکاری کو سمجھنے کے لئے ایک بہترین کتاب ہے اور ہم سے اس کتاب کا مطالبہ کیا۔

الحمدللہ ان خدمات کے ذکر کے حوالہ سے کڑیاں ملتی گئیں اور مختلف ذرائع سے تمام ضروری ریکارڈ اور حوالہ جات دستیاب ہو گئے ۔سیدنا حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دورہ جاپان کے موقع پر جاپانی سیاستدانوں اور دانشوروں نے خلافت احمدیہ کے ایک خادم کے اس احسان کو یاد رکھا۔قومی اسمبلی کے سینئر ترین ممبر پارلیمنٹ سابق وزیر خزانہ اور سابق وزیر مواصلات و پوسٹل سروسز ڈاکٹر Shozaburo Jimi نے مؤرخہ 11 نومبر 2013ء کو استقبالیہ ایڈریس پیش کرتے ہوئے نہایت ممنونیت اور ادب کے ساتھ اظہار کیا کہ:

’’دوسری جنگ عظیم کے بعد 1951ء میں سان فرانسسکو میں ایک معاہدہ ہوا تھا جس میں جاپان پر بعض سخت پابندیاں لگائی جارہی تھیں۔ اس وقت پاکستان کے وزیر خارجہ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے جاپان کے حق

باقی صفحہ 10 پر ملاحظہ فرمائیں

غزوات وسرایا

غزوہ فتح مکہ

بریگیڈئر (ر) دبیر احمد پیر

1۔پس منظر

معاہدہ حدیبیہ کی وجہ سے بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف تھے اور بنوبکر قریش مکہ کے۔ان دونوں قبیلوں کے درمیان پرانی مخالفت تھی۔صلح حدیبیہ پر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد بنوبکر نے مکہ والوں سے مل کر بنوخزایہ پر حملہ کر دیا اوران کے بہت سے مرد،عورتیں اور بچے مار ڈالے۔ حملے والے دن بنوخزاعہ مکہ کے نواح میں الوتیرہ چشمے پر مقیم تھے۔لڑائی کے دوران وہ حرکت کرتے کرتے حرم مکہ تک پہنچ گئے اوراس کے اندر جا کر وہاں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن پرانی دشمنی کے سبب بنوبکر نے ان کے بیس کے قریب لوگوں کوحرم کے اندر ہی قتل کر دیا۔اس تمام لڑائی میں قریش نے پہلے تو ہتھیاروں سے بنوبکر کی مدد کی اور پھر بعد میں خود بھی لڑائی میں شریک ہوگئے۔ بنوخزاعہ نے فوری طور پر ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوایا اور بنوبکر کی اس عہد شکنی کا بدلہ لینے کی درخواست کی۔آپؐ نے انہیں کہا کہ ’’ تمہاری مدد ہوگی‘‘۔اس دوران قریش مکہ کو بھی احساس ہوا کہ وہ معاہدہ کی کھلی کھلی خلاف ورزی کر چکے ہیں جس کی بنا پر مسلمان بنوخزاعہ کی مدد کے لئے آ سکتے ہیں۔ اس معاملے سے نپٹنے کے لئے انہوں نے ابوسفیان کو مدینہ روانہ کیا۔ابوسفیان نے مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ،حضرت ابوبکرؓ،حضرت عمرؓاور حضرت علیؓ سے ملاقاتیں کیں لیکن اس کی کہیں پر بھی حوصلہ افزائی نہیں ہوئی۔ابو سفیان کے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے پاس اپنا سفیر بھجوایا اور درج ذیل تین شرائط پیش کیں:

...... ہمارے حلیف بنوخزاعہ کا خون بہا ادا کرو۔یا

......اپنے حلیف بنوبکر کی طرف داری سے برطرف ہوجاؤ۔یا

...... معاہدہ حدیبیہ کالعدم کرنے کا اعلان کردو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کے ہاتھ مکہ والوں نے معاہدہ کوتوڑنے کا پیغام دے کر اسے واپس مدینہ روانہ کر دیا۔

2۔جغرافیائی مطالعہ

مکہ کا شہر وادیِ ابراہیم میں واقع ہے اور چاروں اطراف سے کالے اور غیر ہموار پہاڑیوں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔یہ پہاڑیاں بعض جگہوں پر وادی سے 1000 فٹ کی اونچائی تک ہیں۔اس زمانے میں مکہ میں چار راستے آتے تھے جن میں سے ہر راستہ پہاڑیوں میں ایک درے سے ہوکر گزرتا تھا۔یہ راستے شمال مغرب، جنوب مغرب، جنوب اور شمال مشرق سے آتے تھے۔

3۔ مدینہ سے خروج، مکہ تک حرکت اور اسلامی لشکر کا جمع ہونا

...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری طور پر ایک بڑی لڑائی کے سلسلے میں تیاری کا اعلان فرمایا۔آپؐ کے اپریشنل تصور (concept) کی بنیاد نہایت تیزی کے ساتھ لشکر کو اکٹھا کرنا اور اس کی نہایت رازداری کے ساتھ مکہ تک movement تھی تا کہ قریش کو اس وقت تک مسلمانوں کے بارے میں پتہ نہ لگے جب تک وہ مکہ نہ پہنچ جائیں۔

......اس طرح قریش کو اپنے اتحادیوں سے بھی مسلمانوں کے خلاف مدد لینے کا موقع نہیں ملنا تھا۔

...... حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے مکہ میں اپنے عزیزوں کے تحفظ کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کے بارے میں ایک خط لکھا اور اسے اپنی لونڈی کے ہاتھ مکہ روانہ کیا۔اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس کی اطلاع کر دی جس پر آپؐ نے حضرت علیؓ،حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو اس لونڈی کے پیچھے بھجوایا جو خط اور لونڈی کو پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ حضرت حاطبؓ چونکہ بدری صحابی تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرما دیا۔

......اس مہم کو مخفی رکھنے میں مسلمانوں اور قریش دونوں کی بھلائی تھی کیونکہ اگر مقابلہ ہوتا تو خونریزی سے بچا نہیں جا سکتا تھا۔اس کے علاوہ ارض حرم کے تقدس کے تقاضے اس سے زیادہ مقدم تھے۔

...... اسلامی لشکر نے 10 رمضان 8 ہجری [جنوری 630ء] کو مدینہ سے کوچ کیا اور 19 رمضان 8 ہجری کو وہ مکہ کے قریب مرّ الظہر ان پہنچ گیا جو کہ مکہ سے 10 میل شمال مغرب میں واقع ہے۔ مکہ جاتے ہوئے وہ سب قبائل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تیار تھے اسلامی لشکر میں شامل ہوتے گئے۔جب یہ لشکر دشت فاران میں داخل ہوا تو اس کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

......مرّ الظہر ان میں اسلامی لشکر سارے میدان کے نشیب وفراز میں پھیل گیا اور خیمے نصب ہوگئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر رات کو ہر خیمے کے آگے آگ جلائی گئی۔جس سے یہ منظر بہت وسیع اور ہیبت ناک نظر آنے لگا۔ابوسفیان اس منظر کو دیکھ کر مبہوت ہوگیا۔وہیں پر ابو سفیان کی ملاقات حضرت عباسؓ سے ہوئی اور وہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔

4۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان

...... جوشخص اپنا گھر بند کر لے گا اسے امن نصیب ہوگا۔

...... جوبھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے گا اسے امن نصیب ہوگا۔

...... جوبھی مسجد کعبہ میں داخل ہو جائے گا اسے امن نصیب ہوگا۔

...... جوشخص اپنے ہتھیار پھینک دے گا اسے امن نصیب ہو گا۔

...... جوبھی حکیم بن حزامؓ کے گھر میں داخل ہوگا اسے امن نصیب ہوگا۔

...... جوکوئی ابورویحہؓ کے جھنڈے کے سائے میں آجائے گا اسے امن نصیب ہوگا۔

5۔اسلامی لشکر کا مکہ کی جانب آخری مارچ

...... جب اسلامی لشکر مکہ کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو کسی تنگ جگہ پر لا کھڑا کرو تا کہ وہ اسلامی لشکر کی طاقت، عظمت اور فدائیت کو اپنی انکھوں سے دیکھ سکیں۔

...... حضرت عباسؓ نے ایسا ہی کیا اور ان کے سامنے سے عرب کے مسلمان قبائل کے لشکر یکے بعد دیگرے گزرنے شروع ہوئے۔مسلمانوں کا عزم اور ان کی فدائیت دیکھ کر ابوسفیان کے ہوش اڑ گئے اور حضرت عباسؓ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے وہ تیزی سے مکہ پہنچا اور ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہوکر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کو قریش مکہ کے سامنے دہرایا تا کہ ان کی جان بچ جائے اور بیجا خون نہ بہے۔

6۔اسلامی لشکر کا پلان

...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امید تھی کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت مسلمانوں کو قریش کی جانب سے کچھ نہ کچھ مزاہمت کا ضرور سامنا کرنا پڑے گا۔آپؐ نے اسلامی لشکر کو درج ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا:

+...... ایک حصہ حضرت زبیر بن العوامؓ کے زیر کمان تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ حصہ باقی لشکر سے پہلے مکہ کی بالائی جانب سے داخل ہوکر حجون پہنچ کر آپؐ کا انتظار کرے۔

+...... ایک حصہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے زیر کمان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ مکہ کے زیریں جانب یعنی اللیط سے داخل ہوں اور بالآخر صفا پر آپؐ سے ملیں۔

+...... ایک حصہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے زیر کمان تھا۔آپؐ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی فوج کو لے کر بطن وادی کے راستہ مکہ میں داخل ہوں اور آگے جا کر آپؐ کا انتظار کریں۔

+......قلب میں مہاجرین اور انصار پر مشتمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص محافظ دستہ تھا۔

+......آپؐ نے سب کمانڈروں کو تاکید فرمائی کہ جب تک کوئی مزاہمت نہ کرے کسی پر ہتھیار نہ اٹھایا جائے۔

7۔اسلامی پلان کا تجزیہ

......اس پلان کی نمایاں بات یہ تھی کہ اس میں حملہ مختلف سمتوں سے مرکزی ہدف پر پلان کیا گیا تھا جس کا مقصد دشمن کی فوج کو چھوٹے حصوں میں تقسیم کرنا اور اسے disperse کرنا تھا تا کہ وہ کسی ایک سمت پر concentrate نہ کرسکے۔

...... دشمن اگر ایک سمت میں کامیابی حاصل کر بھی لے تو حملہ آور فوج باقی راستوں سے ایڈوانس جاری رکھ سکے۔

...... تا کہ قریش کسی بھی راستے سے بھاگ نہ سکیں۔

8۔مکہ پر مسلمانوں کا حملہ اور قبضہ

...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کداء کی جانب سے الحجون کی سمت روانہ ہوئے۔اس راستے پر وہ قبرستان بھی تھا جس میں حضرت خدیجہؓ اور آپؐ کے چچا ابو طالب کی قبریں تھیں۔

...... مکہ کی فتح مجموعی طور پر ایک پرامن مہم تھی سوائے حضرت خالد بن ولیدؓ کے سیکٹر کے جہاں پر اس وقت تک امن و آمان کا پیغام نہیں پہنچا تھا۔ جب ان کے دستے مکہ میں داخل ہوئے تو عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوئے۔اسی وجہ سے مسلمانوں کو بھی اپنے ہتھیار استعمال کرنے پڑے۔ یہ معمولی سا مقابلہ الخندمہ کے مقام پر ہوا جس میں قریش کے 12 آدمی مارے گئے۔ یہاں پر 2 مسلمان بھی شہید ہوئے۔

......اس واقعے کے علاوہ کسی اور نے مزاہمت یا مقابلہ نہیں کیا۔اور باقی تمام کمانڈر اپنی اپنی سمت سے ایڈوانس کرتے ہوئے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ جگہ پر آپؐ سے مل گئے۔

......20 رمضان المبارک 8 ہجری کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اپنی اونٹنی القصواء پر مکہ میں داخل ہوئے۔آپؐ سب سے پہلے خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور اپنی اونٹنی پر ہی سات اشواط میں بیت اللہ کا طواف فرمایا۔اس کے بعد آپؐ نے خانہ کعبہ کے گرد رکھے ہوئے 320 بتوں کو چھڑی مار مار کے توڑا۔آپؐ بیت اللہ کا دروازہ کھلوایا اور اس کے اندر رکھے ہوئے بت نکلوا کر تڑوائے اور اندر بنی ہوئی تصاویر کو مٹانے کی ہدایت فرمائی۔

......اس کے بعد آپؐ نے مکہ والوں کو اکٹھا کروا کر اپنا پہلا خطاب فرمایا اور عام معافی کا اعلان فرمایا۔ بعد میں آپؐ نے مردوں اورعورتوں سے الگ الگ بعت لی۔

تجزیہ

1۔ مقصد کی محافظت (Maintenanace of Aim) اس مہم کا مقصد نہ صرف مکہ پر پرامن طریقے سے قبضہ کرنا تھا بلکہ لوگوں کے دل بھی جیتنا تھا تا کہ وہ اسلام میں داخل ہوں۔ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے درج ذیل اقدام کئے گئے:

......اسلامی لشکر نے اپنے کیمپ میں آگیں جلائیں او show of force کر کے اپنی طاقت دکھائی۔اس کا مقصد قریش کی ہمت توڑنا تھا تا کہ وہ بغیر خون بہائے ہتھیار ڈال دیں۔

...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سکیم کے تحت ابو سفیان کو اسلامی لشکر کی طاقت اور فدائیت کا مظاہرہ دکھایا تا کہ وہ نفسیاتی طور پر کمزور ہوجائے اور جنگ سے بچنے کے لئے مجبور ہوجائے۔

2۔ اچانک پن (Surprise) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کی مدینہ سے مکہ تک کی movement کو قریش سے چھپانے کے لئے سخت سیکورٹی اقدام لئے۔آپؐ نے اپنے ارادے کو آخری وقت تک دشمن سے چھپایا اور انفارمیشن صرف متعلقہ لوگوں کو دی۔اسی وجہ سے جب اسلامی لشکر مکہ کے نزدیک پہنچا تو دشمن مکمل طور پر ان کی آمد سے بیخبر تھا۔قریش چونکہ مسلمانوں کے مکہ آنے سے مکمل طور پر بیخبر تھے اس لئے انہوں نے ہتھیار ڈالنے کو لڑائی پر ترجیح دی۔

3۔ انٹیلیجنس ایک جنگی پلان بنانے سے پہلے کوئی بھی کمانڈر دشمن کے ارادے،اس کی طاقت اور اس کی tactical doctrines کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور اس کے باہر کے علاقے میں ایک زبردست اور وسیع انٹیلیجنس نیٹ ورک بنایا ہوا تھا۔اس طرح دشمن کے بارہ میں تو معلومات لی گئیں لیکن دشمن کو اپنے بارے میں معلومات نہیں لینے دی گئیں۔ اسی وجہ سے اسلامی لشکر undetected مکہ تک پہنچ گیا۔

4۔حوصلہ (morale) جب اسلامی لشکر مکہ کے لئے روانہ ہوا تو سوائے معزور اور بوڑھے لوگوں کے کوئی بھی شخص پیچھے مدینہ میں نہیں رہا جس سے لوگوں کی بلند حوصلگی ظاہر ہوتی ہے۔قریش کے مورال پر اسلام کے پھیلنے کا منفی اثر اس طور پر بھی پڑا تھا کیونکہ مکہ کے ہر گھر آنے میں اسلام داخل ہو چکا تھا۔مکہ کی فتح صرف ایک فوجی جنگ نہیں تھی بلکہ وہ ہوشیاری، ثابت قدمی اور بلند حوصلگی کی جنگ تھی۔

5۔انتظامی امور اس مہم پر مسلمانوں کو کسی قسم کے سامان اور کھانے وغیرہ کی کمی نہیں تھی۔ان کے پاس بار برداری کے لئے کافی تعداد میں اونٹ اور گھوڑے وغیرہ تھے۔اصل میں یہ پہلی مہم تھی جس میں مسلمان مالی طور پر مستحکم تھےجس کی وجہ سے اچھے انتظامات کئے گئے۔

6۔دوراندیشی (foresight) دوراندیشی ہمیشہ سے کامیابی کے لئے ایک لازمی جزو رہا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی فتح سے پہلے درج ذیل اقدام لئے:

...... گو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ قریش اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اپنا دفاع

باقی صفحہ 9 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ خطاب حضورانور برموقع پیس سمپوزیم 2014ء
.................................از صفحہ نمبر 20

طرح سے بھی ٹھیس پہنچائے گا اس کو سزائیں دی جائیں گی اور شریعت کا نفاذ ہر ملک اور ہر شخص پر کیا جائے گا۔ وہ دوسرے مذاہب اور فرقوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کے حقوق غصب کرنا چاہتا ہے، انہیں دبانا چاہتا ہے اور انہیں لونڈیاں بنانا چاہتا ہے یا زبردستی مسلمانوں کی بیویاں بنانا چاہتا ہے۔ ISIS اُن تمام مذاہب اور فرقوں کو ختم کردینا چاہتی ہے جو اُن کے عقائد سے اختلاف کریں اور موجودہ مسلمان حکومتوں کو ختم کرکے ان کی طاقت پر قابض ہونا چاہتی ہے۔ پس اگر یہ باتیں درست ہیں تو پھر ان کی سوچ اور حکمتِ عملی بہت دور تک جاتی ہے۔ اور ان کا بنیادی مقصد دنیا کا امن تباہ کرنا ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
یہ کہنا بیوقوفی ہوگی کہ ISIS (داعش) یا اس قسم کے دوسرے شدت پسند گروہ دنیا پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے کیونکہ صاف نظر آتا ہے کہ وہ احمقانہ منصوبے بنائے بیٹھے ہیں جن کی بنیاد حقیقت کی بجائے جھوٹی حسرتوں پر ہے۔ لیکن اگر انہیں اس رستہ سے روکا نہ گیا تو پھر یہ لوگ قبل اس کے کہ اپنی موت آپ مرجائیں کسی بڑے نقصان اور تباہی کا باعث بھی بن سکتے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
بہت سے واقعات ہم دیکھ چکے ہیں کہ فردِ واحد بغیر کسی پشت پناہی اور مدد کے دہشت گردی اور تباہی پھیلانے کا موجب بن گیا۔ مثال کے طور پر امریکہ میں ہی ہر چند ماہ بعد سکول شوٹنگ کی کوئی نہ کوئی رپورٹ آجاتی ہے جس میں درجنوں معصوم بچے تن تنہا صرف ایک شخص کے گھناؤنے عمل کی وجہ سے قتل ہوجاتے ہیں۔ پس آپ سوچیں کہ ایک ایسے دہشت گرد گروہ کے ہاتھوں کس قدر تباہی اور بربادی ہوسکتی ہے جو اُن مایوس اور بے چین لوگوں کو دنیا بھر سے جمع کررہا ہے جو ایک ناجائز مقصد (unjust cause) کی خاطر اپنی جانیں دینے کیلئے تیار بیٹھے ہیں؟ (This is especially true) اس تباہی کا احتمال اور بھی بڑھ جاتا ہے جب یہ دیکھا جائے کہ اس گروپ کے پاس نہ صرف جانیں دینے والے افراد ہیں بلکہ یہ گروپ جدید اسلحہ اور توپوں سے لیس ہے۔ پھر یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ ایٹمی ہتھیار ان کے ہاتھ لگ جائیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
جیسا کہ میں نے کہا کہ یہ جنونی گروہ کوئی مستقل یا دیرپا کامیابی تو حاصل نہیں کرپائے گا لیکن ممکن ہے وقتی طور پر یہ لوگ مختلف علاقوں پر قبضہ کرلیں اور کسی بڑی تباہی و بربادی لانے کا موجب بن جائیں۔

جب ان سب باتوں پر غور کیا جائے تو اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ ISIS اور اس قسم کے نظریات کے حامل دوسرے گروہ دنیا کے لئے ایک خطرہ ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
اور یہ حقیقت کہ یہ سب اسلام کے نام پر ہورہا ہے امن پسند اور حقیقی مسلمانوں کو سخت دکھ اور تکلیف میں مبتلا کردیتی ہے کیونکہ خواہ کچھ بھی ہو اس قسم کے بہیمانہ اور ظالمانہ نظریات کا مذہب کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ حقیقی اسلامی تعلیمات تو ہر حال میں اور ہر سطح پر دوسروں کیلئے امن اور تحفظ کا ذریعہ ہیں۔ اگر ہم قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور بانیٔ اسلام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو دیکھیں تو واضح ہوجاتا ہے کہ ابتدائی مسلمانوں نے کبھی بھی کسی جنگ یا لڑائی کا آغاز نہیں کیا۔ اگر کبھی مسلمانوں کو جنگ لڑنا پڑی تو یہ جنگ صرف اور صرف دفاعی ہوتی اور ان جنگوں کا مقصد ظالموں کو ظلم سے روکنا ہوتا نہ کہ دوسروں پر اپنی فوقیت ظاہر کرنا یا ناانصافیاں کرتے پھرنا۔ مسلمانوں نے کبھی بھی دوسری قوموں اور ملکوں پر قبضہ کرنے اور انہیں محکوم بنانے کی کوشش نہیں کی۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے ابتدائی سالوں میں اپنے آبائی شہر 'مکّہ' میں ہمیشہ پیار اور محبت کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو پھیلانے کی کوشش کی۔ لیکن مکہ کے لوگوں نے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت ظالمانہ اور بے رحمی کا سلوک کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر اس حد تک ظلم ڈھائے گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی حکم کے تابع مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ تاہم اس ہجرت کے بعد بھی اہلِ مکہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا نہ چھوڑا بلکہ ایک مسلح لشکر لے کر روانہ ہوئے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کا محاذ کھول دیا۔ تب کہیں جا کر پہلی مرتبہ خدائی حکم کے تابع مسلمانوں کو اپنے دفاع کی خاطر لڑنے کی اجازت دی گئی۔

مسلمانوں کو جو یہ اجازت دی گئی اس کی وجہ قرآن کریم میں سورۃ حج کی آیت ۴۰۔۴۱ میں واضح طور پر بیان کردی گئی جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف دفاعی جنگ لڑنے کی اجازت دی گئی کیونکہ اگر مسلمان اپنا دفاع نہ کرتے تو ساری دنیا کا امن خطرہ میں پڑجاتا۔ مخالفین صرف اسلام کو ہی ختم کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ دنیا سے ہر مذہب کا خاتمہ چاہتے تھے۔ اسی لئے قرآن کریم فرماتا ہے کہ اگر اجازت نہ دی جاتی تو نہ یہودیوں کی عبادتگاہ محفوظ رہتی، نہ کلیسا، نہ مندر، نہ مسجد بلکہ کوئی بھی عبادتگاہ محفوظ نہ رہتی۔ پس مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو جوابی لڑائی کرنے کی اجازت صرف اسلام کی حفاظت کیلئے نہیں بلکہ ہر مذہب کی حفاظت کے لئے دی گئی ہے۔

اس آیت کی روشنی میں آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس دور کے بعض نام نہاد مسلمان جب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ غیر مسلموں کو قتل کرنے، ان کی زمینوں پر قبضہ کرنے اور انہیں غلام بنانے کی اجازت ہے تو وہ سراسر غلطی پر قائم ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے ہر ایک شخص کے آزاد اور خودمختار زندگی گزارنے کے حق کی ضمانت دی ہے اور اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے ہر ایک کو قطع نظر اس کے کہ اُس کا تعلق کس مذہب یا نسل سے ہے امن اور ہم آہنگی کے ساتھ رہنے کا حق فراہم کیا ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
جس طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کی اس کا ذکر میں پہلے کرچکا ہوں۔ جس طرح مسلمان مدینہ کے لوگوں میں رچ بس گئے وہ ہجرت کرنے اور کسی بھی نئے معاشرہ کا حصہ بننے کا ایک مثالی نمونہ تھا۔ مدینہ میں مسلمانوں کی آمد سے قبل وہاں دو قسم کے گروہ آباد تھے۔ ایک یہودی اور دوسرے عربی جبکہ مسلمانوں کی آمد کے بعد وہاں پر تین گروہ بن گئے یعنی مسلمان، یہود اور غیر مسلم عرب۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تینوں گروہوں کا امن اور ہم آہنگی کے ساتھ اکٹھے رہنا بہت ضروری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گروہوں کے مابین ایک 'امن معاہدہ' تجویز فرمایا۔ اس معاہدہ کی شرائط کے مطابق ہر ایک گروہ کو اس کے حقوق دیئے گئے۔ تینوں فریقوں کے اموال ونفوس کی ضمانت دی گئی اور پہلے سے موجود قبائلی روایات کا بھی خیال رکھا گیا۔ یہ بھی طے ہوا کہ اگر مکّہ سے کوئی شخص کسی شرارت یا نقصان پہنچانے کی نیت سے مدینہ آئے تو کوئی اسے مدینہ میں پناہ نہیں دے گا اور نہ اہلِ مدینہ مکہ والوں کے ساتھ کسی قسم کا کوئی معاہدہ کریں گے۔ مزید یہ کہ اگر سب کا مشترکہ دشمن مدینہ پر حملہ کرے تو تینوں گروہ یکجا ہوکر مدینہ کا دفاع کریں گے۔ جبکہ یہ بھی طے ہوا کہ اگر مسلمانوں پر حملہ ہوتا ہے یا وہ مدینہ سے باہر لڑتے ہیں تو غیر مسلموں کو مسلمانوں کا ساتھ دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ مزید یہ کہ اس سے پہلے یہود کے دوسرے لوگوں کے ساتھ جو بھی معاہدے ہوئے ان کی بھی پاسداری کی جائے گی۔ یہود اپنے مذہب کے مطابق زندگیاں گزاریں گے اور مسلمان اپنے مذہب کے مطابق۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
جب تینوں گروہوں نے اس معاہدہ کو قبول کیا تو یہ بھی متفقہ طور پر طے پایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ریاست کے حاکمِ اعلیٰ ہوں گے۔ مگر جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ یہودی اسلامی شریعت کے تابع نہ تھے بلکہ وہ اپنی شریعت اور رسوم رواج کے تابع رہے۔ پس باہمی برداشت اور ایک دوسرے کیلئے احترام کا یہ اعلیٰ نمونہ تھا جو بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا۔ لیکن اس کے باجود ISIS آج دعویٰ کررہی ہے کہ ہر ایک پر اسلامی شریعت کا نفاذ ہوگا خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب یا سماج سے ہو۔ اُس وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی معاہدہ میں عورت کے حقوق بھی قائم فرمائے۔ یہ بھی واضح طور پر طے کیا گیا کہ کسی بھی عورت کو اس کے گھر سے زبردستی یا اس کی مرضی کے خلاف نکالنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ پس ISIS کے لئے کس طرح یہ جائز ہوسکتا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرتی پھرے کہ غیر مسلموں کی عورتیں ان کا مال ہے یا ان کی ملکیت ہیں؟ اس معاہدہ کے مطابق کسی بھی شخص کو اسلام قبول کرنے پر ہرگز مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ واضح طور پر اعلان کیا گیا کہ مسلمانوں کی طرف سے مدینہ کے یہود اور غیر مسلم عرب کے ساتھ بھائیوں جیسا پیار محبت کا سلوک ہوگا۔ پس یہ اُس معاہدہ کا خلاصہ ہے جس نے مدینہ میں مسلمانوں کی آمد کے بعد وہاں کے معاشرہ کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مسلمانوں نے حرف بہ حرف اس معاہدہ کی پاسداری کی اور اگر اس معاہدہ کی کبھی خلاف ورزی ہوئی تو دوسرے فریقوں کی جانب سے ہوئی۔ بسااوقات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت مسلّمہ رہنما ایسے افراد یا گروہوں کے معاملات دیکھنے پڑتے جو معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے یا معاشرہ میں غلط سرگرمیوں میں ملوث پائے جاتے۔ لیکن ایسے احباب کو جو بھی سزائیں دی جاتیں وہ کسی کی حق تلفی کی خاطر نہ دی جاتیں بلکہ یہ سزائیں انصاف اور معاہدہ کی شرائط کے مطابق ہوتیں۔

پس یہی حقیقی اسلامی حکومت تھی جس کی بنیاد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار خلفائے راشدین کے ذریعہ جاری رہی اور پہلی صدی ہجری تک قائم رہی۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
اگر آج ISIS یا کوئی بھی اسلامی حکومت حقیقی عدل و انصاف کے ان اصولوں کے خلاف کارروائی کرتی ہے تو وہ اپنے ذاتی یا سیاسی مفادات حاصل کرنے کے لئے ایسا کرتی ہیں۔ بے شک وہ اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ان کے اعمال کا اسلام اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔

اگر ہم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل عرب کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ایسا معاشرہ نظر آئے گا جہاں ہر قبیلہ جنگ و جدل اور خون خرابہ کے ذریعہ اپنے حقوق منوانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ لیکن اسی معاشرہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم انقلاب لائے جس کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ عدالت کا نظام جاری فرمایا جہاں ہر یک فریق کے ساتھ اس کے رسوم ورواج یا اس کے مذہبی قانون کے مطابق سلوک ہوتا تھا۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
اگر کوئی شخص انصاف کے ساتھ اور بغیر کسی تعصب کے اسلام کے ابتدائی دور کی تاریخ کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسلمانوں کا کردار بے داغ تھا۔ انہوں نے نہ تو کسی جنگ کی ابتدا کی اور نہ ہی کسی ملک پر قبضہ کرنا چاہا۔ بلکہ جہاں بھی اسلامی تعلیمات پہنچانے کی کوشش کی وہ پُرامن تبلیغ کے ذریعہ ہی کی۔ مثال کے طور پر چین اور جنوبی ایشیا میں اسلام پھیلا اور تاریخ میں کہیں نہیں ملے گا کہ مسلمان افواج نے ان قوموں پر حملہ کیا تھا۔ بلکہ ان ممالک میں اور دیگر قوموں میں اسلام کا پیغام پُرامن ذرائع سے پہنچایا گیا۔ بعد کے ادوار میں بعض مسلمان حکمرانوں نے کئی وجوہات کی بناء پر جنگوں کا آغاز کیا لیکن اس کے لئے وہ اکیلے قصوروار نہیں ٹھہرتے اور ان جنگوں میں بھی مقبوضہ ممالک کے باشندوں کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر کبھی مجبور نہیں کیا گیا۔ یقیناً قرآن کریم نے ایسے اقدام کو ردّ کیا ہے اور امن کے ساتھ تبلیغ کرنے کی تعلیم دی ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے دفاعی جنگوں کی اجازت دی ہے تو وہ صرف اس غرض سے دی ہے کہ نہ صرف اسلام بلکہ تمام مذاہب کی حفاظت کی جائے۔ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنگ کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرہ کی آیت 191 میں اللہ تعالیٰ دفاعی جنگ کا اصول بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو یا ظلم سے پیش نہ آؤ۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

پھر سورۃ النحل آیت نمبر 127 میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ جنگ کے دوران ہرگز حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ فرماتا ہے کہ سزا اس زیادتی کے مطابق ہونی چاہئے جو تم پر کی گئی ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت 194 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنگ کے دوران صرف اس وقت تک قتال کرو جب تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (اختیار کرنا) اللہ کی خاطر ہو جائے۔ فرمایا کہ اگر زیادتی کرنے والے باز آجائیں اور بدامنی ختم ہوجائے تو پھر ان کے خلاف کسی قسم کی جارحیت کی اجازت نہیں ہے۔

سورۃ الانفال کی آیت 62 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر زیادتی کرنے والے امن کی طرف رجوع کریں اور مفاہمت کا ہاتھ بڑھائیں تو مسلمانوں کو اس کا مثبت جواب دینا چاہئے اور یہ نہیں پوچھنا چاہئے کہ ایسا کرنے میں وہ سنجیدہ ہے یا نہیں۔

سورۃ التوبہ آیت 4 میں قرآنِ کریم تلقین کرتا ہے کہ

مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ کئے گئے تمام معاہدوں کو مکمل کرنا چاہئے سوائے اس کے کہ مشرکین جارحیت سے پیش آئیں اور اپنی طرف سے معاہدہ ختم کردیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایمان کی لازمی شرط ہے اور اللہ تعالیٰ مومنین کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر 9 میں مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے کہ ہمیشہ عدل وانصاف سے کام لیں، حتیٰ کہ جنگ کے دوران بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی قوم یا نسل کی دشمنی کسی مسلمان کو غیرانصافی پر مجبور نہ کرے، کیونکہ یہ راستبازی کے خلاف ہے۔

سورۃ الانفال کی آیت 68 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ جنگی حالات کے علاوہ قیدی رکھے کیونکہ ایسا کرنے سے یہ ثابت ہوگا کہ خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کی بجائے انہیں صرف دولت اور طاقت کی فکر ہے۔ پس صاف واضح ہے کہ جنگ کے علاوہ کسی کو حراست میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے، تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ آج کے نام نہاد مسلمان بے شمار معصوم لوگوں کو زبردستی قید کررہے ہیں اور لاچار خواتین کو لونڈیاں بنایا جارہاہے۔

قرآنِ کریم کی سورۂ محمدؐ آیت 5 میں اللہ تعالیٰ جنگ ختم ہونے کے بعد جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہیں فدیہ لے کر آزاد کردو یا اس سے بھی بہتر ہے کہ انہیں احسان کے طور پر حسنِ سلوک کرتے ہوئے چھوڑ دو۔ پس جب جنگ ختم ہوجائے تو قیدیوں کو آزاد کردینا چاہئے اور اس کا اطلاق مرد اور خواتین دونوں پر ہوتا ہے۔ پہلے ادوار میں خواتین بھی جنگجو مردوں کا حوصلہ بڑھانے اور ان کی مدد کے لئے میدانِ جنگ میں جایا کرتی تھیں اور انہیں بھی قید کرلئے جانے کا امکان ہوتا تھا۔ تاہم قرآنِ کریم بڑے واضح انداز میں کہتا ہے کہ کسی عورت کو کبھی بھی ظالمانہ سلوک کا نشانہ نہ بنایا جائے یا کسی بھی طور اس کا استحصال نہ کیا جائے۔

فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کرنے کے حوالہ سے قرآنِ کریم سورۂ نور کی آیت 34 میں فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص قیدی آزاد کروانے کی (رقم کی) استطاعت نہ رکھتا ہو تو رقم کی قسطیں مقرر کرکے اسے چھوڑ دینا چاہئے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ان آیات کو جن میں قیدیوں کو آزاد کرنے کا ذکر ہے انہیں اُس دور کی جنگوں کے تناظر میں ہی سمجھنا چاہئے۔ اُس دَور میں جنگوں میں لڑنے والے اپنے خرچ پر اور اپنے ہتھیار لے کر جاتے تھے اور اسی لئے انہیں اجازت ہوتی تھی کہ وہ اپنے قید کئے ہوؤں کے بدلے رقم وصول کریں۔ تاہم آج کل کی جنگوں میں حکومتیں مکمل طور پر ان جنگی مہمات کا خرچ برداشت کرتی ہیں اور انفرادی طور پر فوجیوں کے ذمہ کوئی خرچ نہیں ہے۔ چنانچہ جنگی قیدیوں سے کئے جانے والے سلوک کا تعین حکومتیں اور بین الاقوامی ادارے کریں گے نہ کہ فوجی۔ پس دیرپا امن کے قیام کے لئے حکومتی سطح پر قیدیوں کے تبادلے یا ملکوں کے مابین دیگر معاہدے کئے جاسکتے ہیں۔ یقیناً انفرادی طور پر قیدی بنانے کی اب کوئی صورت نہیں رہی اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ اسلام کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دوسروں کی دولت پر حرص والی نظر نہیں رکھنی چاہئے اور یہ اصول اپنی ذات میں ہی دنیا کے امن کے لئے ایک سنہرا اصول ہے۔ اگر اس ایک اسلامی حکم کی تعمیل کی جائے تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ کوئی مسلمان کسی کی زمین، علاقہ یا دولت ہتھیانے کی کوشش کرے۔

قرآنِ کریم کی سورۂ یونس کی آیت 100 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ تمام طاقتوں کا مالک ہے اس لئے اگر وہ چاہے تو تمام دنیا اسلام قبول کرلے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو مجبور نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے طاقت کی اجازت نہیں ہے اور یہ کہ مذہب ہر انسان کا دلی معاملہ ہے اور اسکے ضمیر سے اسکا تعلق ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اس لئے یہ کافی واضح ہے کہ کبھی بھی کسی بھی صورت اس بات کی اجازت نہیں رہی کہ کسی شخص کو اسلام یا کوئی بھی مذہب قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ یقیناً مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ دین کا پرچار کریں لیکن اس سے زائد کچھ نہیں۔ چنانچہ سورۂ کہف کی آیت نمبر 30 میں اللہ تعالیٰ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ لوگوں کو بتادے کہ ان کے خدا کی طرف سے کامیابی اور کامرانی پر مشتمل حق آچکا ہے اور وہ اسے قبول کرنے اور اس کا انکار کرنے میں آزاد ہیں۔ یہ الفاظ تمام لوگوں کے سننے اور غور کرنے کے لئے کافی ہیں۔ تمام لوگ ایمان لانے اور انکار کرنے میں آزاد ہیں۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اور صرف اسلام کا پیغام پہنچانے کی اجازت دی گئی اور اس سے بڑھ کر کچھ نہیں، تو آجکل کے نام نہاد مسلمان رہنما کیونکر اس سے تجاوز کرسکتے ہیں اور کیسے سوچ سکتے ہیں کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ طاقت، اختیار اور حق حاصل ہے؟

اس لئے میں نے اختصار کے ساتھ قرآنِ کریم کی مختلف آیات پر مبنی اسلامی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا ہے، جو یہ ثابت کرتا ہے کہ چند مسلمان گروہوں یا بعض ممالک کے ظالمانہ اقدامات اسلام کی تعلیمات سے کلیۃً متضاد ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آپ خیال کرسکتے ہیں کہ اگر یہ اقدامات اسلامی تعلیمات کے مخالف ہیں تو وہ ایسے عمل کیوں کررہے ہیں۔ اس کا سادہ جواب یہی ہے کہ جیسا میں نے پہلے بھی بتایا کہ وہ صرف اپنے دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے درپے ہیں۔ ان کے مقاصد ہرگز روحانی اور مذہبی نہ ہیں۔ وہ مذہب کے نام پر ظلم وسفّا کی کرتے ہوئے دنیاوی مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

مَیں پھر کہتا ہوں کہ ہر احمدی مسلمان اور یقیناً ہر امن پسند مسلمان تکلیف محسوس کرتا ہے کہ ان کے پاک مذہب کو اس طرح نامناسب طریق پر بگاڑا جارہا ہے اور اس کا غلط استعمال کیا جارہاہے۔ تاہم میں ان لوگوں، تنظیموں اور سیاستدانوں سے پوچھتا ہوں، جو انتہا پسند گروہوں کے مظالم کو بنیاد بنا کر دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام شدت پسندی کا مذہب ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

مَیں انہیں کہتا ہوں کہ وہ غور کریں کہ یہ گروہ اتنے فنڈز کہاں سے لے رہے ہیں جن سے وہ ایک لمبے عرصہ تک دہشتگردی اور جنگی کاروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں؟ وہ اتنے جدید ہتھیار کیسے حاصل کرلیتے ہیں؟ کیا ان کے پاس اسلحہ ساز کارخانے اور صنعتیں ہیں؟ ظاہر ہے کہ انہیں بعض طاقتوں کی مدد اور حمایت حاصل ہے۔ یہ تیل کی دولت سے مالا مال مسلم ریاستوں کی مدد بھی ہوسکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عالمی طاقتیں خفیہ طور پر انہیں مدد فراہم کررہی ہوں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جب پہلی مرتبہ ISIS منظرِ عام پر آئی تو یہ کہا گیا کہ انہوں نے ملکی فوج کے ہتھیاروں اور چند اسلحہ کے گوداموں پر قبضہ حاصل کیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سچ ہو لیکن اپنی ذات میں یہ تمام اتنا نہیں کہ وہ اب تک اپنی کاروائیاں جاری رکھ سکتے۔ اگر باقاعدہ فوج کی رسد کی ترسیل معطل کردی جائے تو ان کے لئے بھی ممکن نہیں ہوتا کہ اپنی کارروائی جاری رکھ سکیں اور پھر ISIS کی رسد تو مسلسل بڑھ رہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اب ان کے پاس طیارہ شکن میزائل سمیت دیگر جدید ہتھیار بھی ہیں۔ یہ تمام باتیں اس ترسیل رسد کی طرف اشارہ کررہی ہیں جو کہ ISIS کو مدد فراہم کررہی ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ہر کوئی جانتا ہے کہ ان کے فنڈز بہت زیادہ ہیں جن کی مالیت بیسیوں کروڑوں ڈالرز تک ہے، لہٰذا اس سے یہی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں بیرونی مدد حاصل ہے۔ بہت سے حکام، تجزیہ کار اور رائے نگار بھی اس نظریہ کی کھل کر تائید کررہے ہیں۔ مثلاً یو ایس اے حکومت کا ایک سینئر نمائندہ David Cohen جو کہ Under-Secretary for Terrorism and Financial Intelligence ہے اس نے کھلے عام بیان دیا ہے کہ ’اب تک جن دہشتگرد تنظیموں سے ہمیں واسطہ پڑا ہے ان میں ISIS ایسی تنظیم ہے جس کی سب سے زیادہ فنڈنگ کی جاتی ہے‘۔ وہ کہتا ہے کہ یہ ہر ماہ کروڑوں ڈالر خرچ کررہے ہیں اور بلیک مارکیٹ میں تیل بیچنے سے روزانہ دس لاکھ ڈالر حاصل کررہے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ہمیں یہ سوال کرنا ہوگا کہ وہ تیل کے اتنے بڑے ذخائر تک کس طرح آزادانہ رسائی حاصل کررہے ہیں؟ دنیا کے دیگر علاقوں میں تو تیل کی فروخت اور نقل وحرکت کی سخت نگرانی کی جاتی ہے اور بعض تیل سے مالا مال ممالک کے خلاف پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح ISIS ہر قسم کے اصول وضوابط کو نظرانداز کرتی نظر آتی ہے اور بغیر کسی روک ٹوک کے تیل کی بڑی مقدار حاصل کررہی ہے اور اسے بیچ رہی ہے۔ حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ اتنی بڑی مقدار میں تیل کی نقل وحرکت اور اس کی خرید وفروخت کو چھپانا آسان نہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ISIS تاوان کے ذریعہ اپنی مستقل آمد حاصل کرتی ہے، لیکن ISIS کی کل آمدنی کے مقابل پر یہ رقم بہت معمولی بنتی ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

سب سے بڑا مسئلہ ان گروہوں کی فنڈنگ ہے کیونکہ ان فنڈز کے ذریعہ وہ کمزور گروہوں اور افراد کو نشانہ بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک حالیہ رپورٹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی خاندان اپنا ایک فرد ISIS میں شامل کرنے کے لئے بھجواتا ہے تو اس خاندان کو ہزاروں ڈالر پر مشتمل ابتدائی رقم یکمشت ادا کی جاتی ہے اور اس کے بعد سینکڑوں ڈالرز باقاعدگی سے ادا کئے جاتے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس ان گروہوں کی فنڈنگ کو روکنے کے لئے فوری طور پر کچھ کرنا ہوگا۔ مغرب کو اب یہ احساس ہونا شروع ہوگیا ہے کہ یہ جنگ درحقیقت انہیں بھی براہِ راست متاثر کررہی ہے۔ تاہم اس بارے میں ابھی اندازے لگائے جارہے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ جنگ تمام دنیا کے خلاف ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

یہ بیّن حقیقت ہے کہ بعض بڑی طاقتیں مسلمان ممالک پر گہرا اثر رکھتی ہیں یہاں تک کہ بہت سے معاملات میں ان کی پالیسیاں بھی خود بناتی ہیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے اس معاملہ پر اپنا دباؤ کیوں نہیں ڈالا، جس کی ضرورت سب سے زیادہ تھی؟

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

انتہا پسندی کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی مشترکہ، متفقہ اور مؤثر کوشش کیوں نظر نہیں آتی؟ جو کوششیں اب کی جارہی ہیں وہ اس تنظیم کی جانب سے برپا کی جانے والی ہولناکیوں کے مقابل پر بہت کم ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جو کچھ ہورہاہے اس میں صرف مسلمان دنیا قصوروار نہیں بلکہ بیرونی طاقتیں اور قوتیں بھی ان خوفناک حالات میں حصہ ڈال رہی ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

سالہاسال سے شام اور عراق جیسے ممالک میں اندرونی تنازعات چل رہے ہیں اور بیرونی طاقتوں نے باغی گروہوں اور دھڑوں کو فنڈنگ، اسلحہ اور مدد فراہم کی ہے

اور اب یہ اتنی طاقت پکڑ چکے ہیں کہ اپنے نوازنے والوں کے ہاتھ سے بھی نکل چکے ہیں۔ وہ اپنے انتہا پسند نظریات کی بناء پر تباہی مچانے اور ہر قسم کی دہشت پھیلانے کے درپے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

یہ بیان کرتے ہوئے میں کوئی ایسی بات نہیں کر رہا جو پہلے ہی لوگوں کے علم میں نہ ہو یا میڈیا میں نہ آئی ہو۔ ISIS جیسے جنگی گروہ ایسی ہی پالیسیوں کی پیداوار ہیں جو اب اپنے دہشت کے دائرہ کار کو دور ونزدیک پھیلا رہے ہیں اور تمام دنیا کو متأثر کر رہے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

میں پھر کہتا ہوں کہ یہ میرے لئے شدید پریشانی اور دکھ کا باعث ہے کہ یہ سب برے اعمال اسلام سے جوڑے جا رہے ہیں۔ آجکل یہ امر بھی تشویش کا باعث ہے کہ مغرب سے مسلم نوجوان شام اور عراق جیسے ممالک میں جا رہے ہیں جہاں انہیں انتہا پسند بنایا جا رہا ہے۔ عین ممکن ہے کہ وہ بالآخر اپنے ممالک میں واپس آئیں، حملے کریں اور دنیا کے اس حصہ میں بھی بڑا فساد کھڑا کریں۔ پس یقیناً یہ کوئی مقامی یا مسلمانوں کا معاملہ نہیں بلکہ ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے جو عالمی اور مشترکہ کوششوں کو چاہتا ہے تا کہ ان انتہا پسند تنظیموں کو روکا جائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بعض نمایاں شخصیات کا کہنا ہے کہ انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے اس جنگ میں تیس سال یا شاید سو سال بھی لگ سکتے ہیں۔ ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ اگر دنیا ان جنگی اور انتہا پسند گروہوں کو ختم کرنے کا ارادہ کرلے تو یہ اس سے بہت کم عرصہ میں ختم ہو سکتے ہیں۔ ہمیں ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ بس اتنا کہہ کر کہ اس جنگ کو ختم ہوتے دہائیاں لگ جائیں گی، ہم اپنے فرائض سے سبکدوش ہوگئے ہیں بلکہ ہر ایک کو عالمی انتہا پسندی کے خلاف اس کوشش میں لازماً شامل ہونا چاہئے۔ صرف اسلام پر یا کسی خاص گروہ پر اس کا سارا ملبہ گرانے سے ہم جنگ وجدل سے بچ نہیں سکتے اور نہ ہی یہ ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے آزاد کر سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس تمام امن پسند لوگ اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالیں اور ہر سیاستدان اور با اثر شخصیت تو لازماً اس ضمن میں اپنا کردار ادا کرے اور اپنے اپنے دائرۂ اثر میں حقیقی انصاف قائم کرتے ہوئے اور نقصِ امن سے بچنے کے لئے سخت اقدامات اٹھاتے ہوئے، دنیا میں امن قائم کرنے کی جستجو کرے۔ اگر ہم دنیا کو بچانا چاہتے ہیں تو معاشرے کی ہر سطح پر حقیقی انصاف قائم کرنا ہوگا اور ہر ملک کو درپیش مسائل کو مناسب طریق پر حل کرنا ہوگا، جس سے مایوسی ختم ہو جائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

کسی ملک کی دولت کو حرص کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے دوطرفہ پالیسیاں تشکیل دینی چاہئیں۔ سب سے بڑھ کر اس امر کی ضرورت ہے کہ دنیا اس بات کا احساس کرے کہ وہ اپنے خالق کو بھلا چکی ہے اور یہ کہ اسے واپس اپنے خالق کی طرف آنا ہوگا اور یہی وہ واحد راہ ہے جس سے حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے اور اسکے بغیر امن کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

میں اس سے پہلے بہت سے مواقع پر ایک اور عالمی جنگ کے ہولناک نتائج سے آگاہ کر چکا ہوں اور شاید ایسی جنگ کے بعد ہی دنیا کو ان غیر منصفانہ پالیسیوں کے تباہ کن نتائج کا اندازہ ہوگا، جو صرف ذاتی مفادات اور خفیہ عزائم پر مبنی ہیں۔

مَیں امید کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ایسی آفت آنے سے پہلے ہی دنیا ہوش کے ناخن لے لے۔ میں امید کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ دنیا اپنے خالق کو شناخت کر لے اور اس پر ایمان لے آئے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اجازت چاہتا ہوں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

بعد ازاں حضور انور نے دعا کروائی۔

(باقی آئندہ)

نواشا Nivasha (کینیا) میں پہلی احمدیہ مسجد کے افتتاح کی مبارک تقریب

(رپورٹ: بشارت احمد طاہر۔ مبلغ سلسلہ نکورو، کینیا)

حال ہی میں کینیا کے شہر Nivasha میں پہلی احمدیہ مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی اور 2 نومبر 2014ء بروز اتوار اس کا افتتاح عمل میں آیا۔

Nivasha نیروبی سے 80 کلومیٹر دُور نیروبی نکورو ہائی وے پر جھیل کے کنارے ایک لاکھ اسّی ہزار کی آبادی پر مشتمل ایک خوبصورت ٹاؤن ہے جو سیاحت اور وائلڈ لائف کے لحاظ سے جانا جاتا ہے۔ اس کی ایک خاص پہچان Flowers Farms ہیں اور پھر ان پھولوں کو باہر کے ممالک خصوصاً یورپ میں Export کیا جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے دورہ کینیا کے دوران 30 اپریل 2005ء کو Nivasha تشریف لے گئے، جہاں مسجد کے سنگِ بنیاد کی ایک پروقار تقریب ہوئی جس میں احمدی احباب کے علاوہ دیگر معززین شہر بھی شریک ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ مبارک سے اس مسجد کی پہلی اینٹ رکھی اور دعا کروائی۔

مکرم نثار احمد بٹ صاحب آف لندن اور ان کی فیملی نے مسجد کی تعمیر کی ذمہ داری لی جو بفضلہ تعالیٰ انہوں نے پوری کردی ہے۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

2005ء میں مسجد والے پلاٹ کے ساتھ مزید 12 پلاٹ شامل کرکے ایک بڑا احاطہ کور کیا گیا۔

2010ء میں ایک بڑا خوبصورت مشن ہاؤس تعمیر کیا گیا جس کا ایک حصہ معلم صاحب کی رہائشگاہ بنادی گئی اور دوسرا حصہ نماز سنٹر کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ دیگر بنیادی سہولتوں کے ساتھ ساتھ MTA بھی لگا دیا گیا تا احباب جماعت MTA کے روحانی مائدہ سے فیضیاب ہوسکیں۔ گزشتہ سال 12 پلاٹس کو ایک پلاٹ بنانے کی قانونی کارروائی مکمل ہوئی اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا، اور چند ماہ میں یہ مسجد اپنی تکمیل کو پہنچ گئی۔

2 نومبر 2014ء بروز اتوار مسجد کا باقاعدہ افتتاح ہوا جس کے لئے نیروبی سے مکرم طارق محمود ظفر صاحب امیر و مبلغ انچارج کینیا اپنے 21 رکنی وفد کے ساتھ تشریف لائے۔ وفد میں نائب امیر صاحب کینیا، مبلغین کرام، صدر انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کے قائمقام صدران اور دیگر احبابِ جماعت شامل تھے۔

اسی طرح قریبی جماعتوں کے احباب کے علاوہ مہمان کافی تعداد میں شریک ہوئے جن میں عوام الناس کے علاوہ مذہبی راہنما بھی شامل تھے۔

مقامی صدر صاحب جماعت صاحب نے لوگوں کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد محترم امیر صاحب نے دیوار پر نصب تختی کی نقاب کشائی کی اور دعا کروائی۔

تلاوت اور مہمانوں کے تأثرات کے بعد محترم امیر صاحب نے مسجد کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی اور دعا کروائی جس کے بعد حاضرین کی تواضع کھانے سے کی گئی اور نماز ظہر و عصر ادا کی گئیں۔

اللہ تعالیٰ اس مسجد کو علاقہ کے لئے ہدایت اور روشنی کا مینار بنائے اور مخلص نمازیوں سے اس مسجد کو بھر دے اور مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں معاونت کرنے والے تمام افراد کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

بقیہ: اجتماع انصار اللہ یو کے از صفحہ 2

از صفحہ 2

وائرس کے حوالہ سے update کیا اور اس کے لئے امداد اور دعاؤں کی درخواست بھی کی۔ پھر مکرم دبیر بھٹی صاحب ایڈیشنل قائد تربیت نے ایک Presentation میں کار میں MP3 Modulator کی تنصیب سے متعلق بتایا۔ یہ آلہ کار میں موجود سگریٹ لائٹر کی جگہ لگایا جاتا ہے اور ایک ریموٹ کنٹرول کے ذریعے کام کرتا ہے۔ مجلس انصار اللہ برطانیہ نے اس آلہ کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر کتب اور اُن کے تراجم (کی آڈیوز) سننے کی سہولت مہیا کی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تربیت اور تعلیم کا شاندار ذریعہ ہے۔ دوستوں کو اس آلہ کو خرید کر بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔ بعد ازاں مکرم حیدر حمید صاحب نے چیریٹی واک اور اس میں اکٹھی کی جانے والی رقوم کے حوالہ سے ادائیگی کے طریقہ کار پر بریفنگ دی۔ پھر مکرم منصور احمد کاہلوں صاحب نائب صدر مجلس نے بتایا کہ چیریٹی کے ذریعے اکٹھی کی جانے والی رقم 188 مقامی اور قومی چیریٹیز میں تقسیم کی گئی ہے۔ آپ نے حضور انور کا یہ ارشاد بیان کیا کہ چیریٹی اکٹھی کرنے سے تبلیغ کے دروازے بھی کھلتے ہیں اور اسی لئے حضور انور نے مختلف ممالک کی ذیلی تنظیموں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ مجلس انصار اللہ برطانیہ کی چیریٹی سے متعلق کی جانے والی کاوشوں کو Follow کریں۔

اس کے بعد مکرم اویس جنود صاحب نے اپنے خاندان میں احمدیت کی آمد کے بارہ میں تفصیل سے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ 1938ء میں ان کے والد محترم حاجی جنود اللہ صاحب کاشغر، گلگت اور کشمیر کی برف پوش چوٹیوں سے ہوتے ہوئے دو ماہ کے طویل سفر کے بعد قادیان پہنچے اور بیعت کرنے کی سعادت پائی۔ پھر اُن کی والدہ بھی اگلے سال آئیں اور بیعت کی توفیق پائی۔ قیام پاکستان کے بعد یہ خاندان سرگودھا میں آبسا جہاں 1974ء کے فسادات کے دوران انہیں شدید تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور کلمہ کیس میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے افضال کا بھی ذکر کیا جو اِس قربانی کے نتیجہ میں نازل ہوئے۔

اس کے بعد مکرم خالد چغتائی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا کلام: ”دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو!......“ خوش الحانی سے پیش کیا۔

اسی اجلاس میں مکرم صفدر حسین صاحب نے پنجابی زبان میں تقریر کی۔ آپ شیعہ تھے اور پاکستان میں ریلوے میں ڈائننگ کار کا ٹھیکہ لیا کرتے تھے۔ آپ اُس روز بھی چناب ایکسپریس میں ڈیوٹی پر موجود تھے جب ربوہ کے سٹیشن پر 1974ء میں مخالفین احمدیت کی طرف سے غنڈہ گردی کرتے ہوئے ملک بھر میں فسادات کی راہ ہموار کی گئی اور دراصل یہی واقعات تھے جن کے نتیجہ میں آپ نے سچائی کی بنیاد پر احمدیوں کا ساتھ دیا اور آخرکار ایک خواب کے ذریعے احمدیت کی قبولیت کی توفیق پائی۔ آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں بتایا کہ احمدیت سے قبل ہی مَیں کئی احمدیوں کے اخلاق کا معترف تھا اور یہ احمدیوں کے اخلاق ہی تھے جو مجھے احمدیت کے قریب لے کر آئے تھے۔ آپ نے نصیحت کی کہ غیروں کو قریب لانے کے لئے اخلاق بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

آخر میں محترم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ یو کے نے اپنی تقریر میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کی روشنی میں نہایت مؤثر رنگ میں بیان کیا کہ اگر ہم بحیثیت انصار اپنے گھروں میں اچھا ماحول پیدا نہیں کر سکتے تو ہمیں باہر کسی اَور کو تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ نے متعدد مسائل اور واقعات بیان کئے جن کے نتیجہ میں مقامی افراد اور اداروں نے جماعت سے رابطہ کیا اور یہ اظہار کیا کہ فلاں احمدی کا رویہ آپ کی جماعت کی تعلیم کے منافی ہے۔

اتوار کے روز دوپہر کے کھانے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیر صدارت اختتامی اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم معید حامد صاحب نے کی۔ مکرم ڈاکٹر منصور احمد ساقی صاحب نے آیات کریمہ کا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ مکرم خالد چغتائی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے کلام ”دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا“ سے چند اشعار پڑھ کر سنائے۔ جس کے بعد علمی و ورزشی مقابلہ جات میں اوّل آنے والوں کے علاوہ اعلیٰ کارکردگی کی بنیاد پر مختلف مجالس کو بھی انعامات و سندات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عطا فرمائے۔ چھوٹی مجالس میں اوّل آکر مجلس براملے ولیوشم اور چھوٹے ریجنز میں اوّل آکر ہارٹفورڈ شائر نے سندات وصول کیں۔ بڑے ریجنز میں بیت الفتوح ریجن سوم، لندن ریجن دوم اور ساؤتھ ریجن اوّل رہا جبکہ علمِ انعامی کے مقابلہ میں مجلس مچم سوم آئی، مجلس ویسٹ ہِل دوم قرار پائی اور مجلس نار بری اوّل آکر علم انعامی اور سند خوشنودی کی حقدار ٹھہری۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزازات ان مجالس کے لئے ہر پہلو سے بابرکت فرمائے۔ آمین۔

اس کے بعد محترم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ یو کے نے مجلس شوریٰ اور اجتماع کے حوالہ سے مختصر رپورٹ پیش کی۔ جس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب فرمایا۔ دعا کے ساتھ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے نیک اثرات کو جاری رکھے۔ شاملینِ اجتماع کو نیک راہوں پر چلنے اور پاکیزہ نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے اور اجتماع کے انعقاد کے لئے مختلف پہلوؤں سے خدمت بجالانے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں
احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2014ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(عبدالرحمان)

(قسط نمبر 145)

قارئین الفضل کی خدمت میں ماہ اگست، ستمبر 2014ء کے دوران پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے مظالم میں سے چند واقعات کا خلاصہ پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے تمام احمدیوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور دشمنوں کے سرغنوں کی پکڑ کا سامان فرمائے۔ آمین

لاہور سے موصول ہونے والی بعض رپورٹس

باغبانپورہ۔ اگست 2014ء: یہاں کے رہائشی ایک احمدی مظہر عمر بٹ بازار سے گھر واپس لوٹ رہے تھے کہ حَسن معاویہ نے جو مولوی طاہر اشرفی کا برادرِ اصغر ہے اور جماعتِ احمدیہ کی مخالفت میں پیش پیش رہتا ہے انہیں دیکھتے ہی دانستہ طور پر حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہنا شروع کر دیے۔ مظہر عمر بٹ یہ زبان درازی سن کر غمزدہ دِل لیے بڑے وقار کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے۔

گرین ٹاؤن۔ 31/ اگست 2014ء: یہاں پر واقع مسجد عبداللہ میں ایک مُلّاں نے ختمِ نبوّت کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس موقع پر شہر کے دیگر علاقوں سے بھی اس ملّاں نے اپنے ہمنواؤں کو دعوت دے رکھی تھی۔ معمول کے عین مطابق محبت، اخوّت، برداشت اور امن و بھائی چارہ کے علمبردار حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کی ’شان‘ بیان کرنے کے نام پر منعقد ہونے والی اس کانفرنس کے مقررین نے جھوٹ اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے جماعتِ احمدیہ کے خلاف تقاریر کیں اور عوام کے جذبات کو ابھارا۔ اس کانفرنس کے بعد ملّاں نے ایک میٹنگ کی جس میں یکم ستمبر کو جماعتِ احمدیہ کے خلاف ایک جلوس نکالنے اور احمدیوں کے گھروں کو جلانے کا پروگرام بنایا گیا۔

اطلاع ملنے پر علاقہ کے احمدیوں نے پولیس کو خبر کی۔ اس پر پولیس انسپکٹر نے ملّاں سے اس رپورٹ پر استفسار کیا۔ اس نے اس بات کو تو تسلیم کیا کہ ان لوگوں کا احمدیوں کے خلاف جلوس نکالنے کا پروگرام ہے لیکن احمدیوں کے گھر نذرِ آتش کرنے کے پروگرام سے لاعلمی کا اظہار کر گیا۔ انسپکٹر نے اپنے فرائض کو سرانجام دیتے ہوئے اس ملّاں کو ایسی کسی بھی حرکت سے باز رہنے کی تنبیہ کی۔

راولپنڈی میں مخالفت

راولپنڈی۔ ستمبر 2014ء: ستمبر کے دوران ہونے والے دو واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

1۔ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کے ایف بلاک کے رہائشی احمدیوں سے علاقہ کے لوگوں کا سوشل بائیکاٹ جاری ہے۔ یہاں کے دکاندار کسی احمدی کو کوئی بھی چیز فروخت نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنی دکانوں پر سٹیکر چسپاں کر رکھے ہیں: ’یہاں قادیانیوں سے کسی بھی قسم کا لین دین نہیں کیا جاتا‘۔ یہ علاقہ جماعتِ احمدیہ کی مسجد ’ایوانِ توحید‘ کے قریب ہی واقع ہے۔ کچھ عرصہ قبل شرجیل میر اور دیگر شدّت پسند ملّاؤں نے احمدیوں کے یہاں نمازِ جمعہ ادا کرنے پر احتجاج کیا تھا جس پر انتظامیہ نے ’نقضِ امن‘ کے خطرے کے پیشِ نظر ایوانِ توحید میں احمدیوں کو نمازِ جمعہ کی ادائیگی سے روک دیا تھا۔

احمدیوں سے بائیکاٹ سے ملتے جلتے کچھ سٹکرز راولپنڈی کی مین مارکیٹ کی بعض دکانوں پر بھی چسپاں دکھائی دیتے ہیں۔

2۔ یہاں کے علاقہ اکل گڑھ میں واقعہ مسجد بلال کے خطیب نے ہفتہ کے سب سے بابرکت دن یعنی ’جمعۃ المبارک‘ کو جمعہ کے بابرکت مجمع سے خطاب کرتے ہوئے جماعتِ احمدیہ کے خلاف جھوٹ اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے زہر میں بجھا ہوا خطبہ دیا۔ اس نے لوگوں کو احمدیوں کے خلاف ابھارنے کی کوئی کسر باقی رہنے نہ دی۔ حالات کو ناسازگار ہوتا ہوا دیکھ کر یہاں موجود ایک احمدی خاندان کو کسی اور جگہ منتقل ہونا پڑا۔

ربوہ میں اینٹی احمدیہ کانفرنس

ربوہ، 7/ستمبر 2014: ملّاں ہر سال ستمبر کی 7/تاریخ کو ربوہ میں جمع ہو کر احمدیوں کے خلاف ایک کانفرنس کرتے ہیں۔ کانفرنس کیا، یہ تو مغلظات پر مبنی بعض تقاریر کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوتا جن میں احمدیوں کے خلاف جھوٹ اور خلافِ واقعہ باتیں ایسے جذباتی رنگ میں سادہ لوح لوگوں کے سامنے بیان کر کے انہیں انگیخت کیا جاتا ہے کہ وہ احمدیوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے برعکس یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جب انہیں لوگوں کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی درست تصویر کا معلوم ہوتا ہے تو وہی لوگ ملّاں کے جھوٹ اور کذب بیانی پر سراپا گواہ بن جاتے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کی مرکزی انتظامیہ کی طرف سے حکومتی انتظامیہ کو یہ درخواست بھجوائی گئی تھی کہ انہیں ربوہ میں اس کانفرنس کے انعقاد کی اجازت نہیں دینی چاہیے کیونکہ ربوہ کی پچانوے فیصد آبادی احمدیوں پر مشتمل ہے اور اس کانفرنس سے ان کی دلآزاری ہوتی ہے۔ نیز یہ کہ اس کانفرنس میں شرکت کرنے والے تقریباً تمام ہی زائرین ربوہ کے علاوہ دیگر شہروں سے یہاں لائے جاتے ہیں۔

یہ کانفرنس تحریکِ ختمِ نبوّت پاکستان کے سرکردہ رکن قاری شبیر احمد عثمانی کے زیرِ سرپرستی مسلم کالونی ربوہ میں موجود جامعہ عثمانیہ ختمِ نبوّت میں ہوئی۔ صبح دَس بجے شروع ہو کر رات گئے تک جاری رہنے والی اس کانفرنس میں تین الگ الگ سیشنز ہوئے۔ آخری سیشن جو مولوی احمد علی سراج کویتی کے زیرِ صدارت ہوا رات پونے نو بجے شروع ہو کر صبح تین بجے تک جاری رہا۔ اس سیشن میں تقاریر کرنے والے دیگر ملّاؤں میں عبدالرؤف قاسمی (کبیر والہ)، حافظ گلزار احمد (گوجرانوالہ)، عبدالجوّاد قاسمی (شیخوپورہ)، عبدالوارث (چنیوٹ)، محمد الیاس چنیوٹی (ممبر صوبائی اسمبلی پاکستان مسلم لیگ نواز گروپ)، طاہر عبدالرزاق (لاہور)، اور شیخ محمد امجد شامل ہیں۔

انہوں نے احمدیوں کے اکثریتی آبادی والے اس شہر میں معمول کے مطابق بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر بزرگانِ سلسلہ کے بارے میں توہین آمیز تقاریر کیں۔ لیکن اس ناروا اور بے جا سلوک کے باوجود احمدیوں نے صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور کسی بھی قسم کا کوئی ناخوشگوار واقعہ دیکھنے میں نہ آیا۔ ملّاں نے 7/ستمبر کے دن کو ایک ’یادگار‘ دن قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس دن جماعتِ احمدیہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

اس کانفرنس سے پاکستان علماء کونسل کے سربراہ مُلّاں طاہر اشرفی نے بھی خطاب کیا۔ موصوف جس کونسل کے سربراہ ہیں اسے مکمل طور پر حکومتی سرپرستی حاصل ہے۔ اس نے اس فورَم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جہاں بعض سیاسی بیانات داغے اور ملک میں شرعی قوانین لاگو کرنے کا مطالبہ کیا وہاں اس نے ’قادیانیوں‘ کو ’اسلام‘ قبول کرنے کی ’دعوت‘ بھی دی۔ بات یہ ہے کہ یہ ملّاں احمدیوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ ’اسلام‘ قبول کرنے کی دعوت نہیں دیتے بلکہ ’اپنی تعریف کے مطابق‘ اسلام قبول کرنے کا کہتے ہیں۔

اس روز جماعتِ احمدیہ سے تعلق رکھنے والے تمام افراد جو ربوہ شہر میں بستے ہیں اپنے آپ کو بہت غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔ اس روز ربوہ کے تقریباً تمام تعلیم ادارے بند رہتے ہیں۔ خواتین کے لیے گھر سے باہر نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ دکانیں اور کاروبار بند رہتے ہیں اور ربوہ میں ان ’ناخوشگوار مہمانوں‘ کی آمد کی وجہ سے کاروبارِ زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔

فیصل آباد میں ایک مخالفانہ جلوس

فیصل آباد۔ 23/اگست 2014ء: ملّاں نے فیصل آباد کے MC ماڈل سکول نمبر 1 میں ختمِ نبوّت کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس میں اہلِ سنّت، جماعتِ اسلامی اور اہلِ حدیث مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ملّاؤں نے شرکت کی۔ جماعتِ اسلامی سے تعلق رکھنے والے ایک ملّاں فرید پراچہ نے جماعتِ احمدیہ کے خلاف زہر آلود تقریر کی۔ اس کے علاوہ مولوی یعقوب شیخ، معتصم الٰہی ظہیر، مطیع اللہ، عثمان شاکر، متین خالد، عبدالعظیم اسد وغیرہ ملّاؤں نے بھی اس اشتعال انگیزی میں پورا پورا حصہ ڈالا۔ مزید برآں اس جلوس میں شامل لوگوں سے یہ کہا گیا کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں بسنے والے احمدیوں کے گھروں اور دکانوں وغیرہ کا جائزہ لیں کہ آیا کسی نے کوئی قرآنی آیت وغیرہ تو نہیں وہاں لگا رکھی؟ اگر کسی احمدی کے گھر میں کوئی قرآنی آیت یا ’اسلامی‘ تحریر لکھی ہوئی پائی جائے تو اس احمدی کے خلاف ایف آئی آر کٹوا کر اس عبارت کو فوری طور پر مٹایا جائے۔ اگر پولیس ان سے تعاون نہ کرے تو وہ کسی بھی ’ملّاں‘ سے رابطہ کریں۔

اس کانفرنس کے دوران جماعتِ احمدیہ کے خلاف تیار کیا جانے والا لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ اس کانفرنس میں چار سو کے قریب مرد شامل ہوئے۔

حافظ آباد میں دھمکیاں

23/اگست 2014ء: یہاں کے علاقے مانگٹ اونچا کے کچھ غیر احمدی نوجوانوں نے احمدی نوجوانوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ وہ یہاں بسنے والے احمدیوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کریں گے جیسا کہ گوجرانوالہ میں بسنے والے احمدیوں کے ساتھ کیا گیا۔ اس بات سے ان کا اشارہ عید سے ایک روز قبل ہونے والے بلوہ کی طرف تھا۔

یہاں کے صدر جماعتِ احمدیہ نے اس پر ان نوجوانوں کے گھر والوں سے رابطہ کرتے ہوئے اس معاملہ پر بات کی۔ اس پر ان لوگوں کی طرف سے مثبت ردِعمل دیکھنے میں آیا۔

واہ کینٹ میں اغوا برائے تاوان کی دھمکیاں

واہ کینٹ، ضلع راولپنڈی: یہاں سے تعلق رکھنے والے پانچ احمدیوں کو ڈاک میں دھمکی آمیز خطوط موصول ہوئے جن میں درج ہے کہ یا تو وہ تاوان ادا کریں، یا اسلام قبول کر لیں یا پھر مرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ان خطوط کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

’تم قادیانی اور گستاخِ رسول ہو۔ تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ۔ تمہیں پاکستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ہاں، اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بھائی بھائی بن کر رہیں گے۔ اس کے لیے تمہیں ’مستفیض دارِ احسن‘، سمندری روڈ فیصل آباد جانا ہو گا۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ تم لوگوں پر دفع 58-C لگنی چاہیے جس کے مطابق پاکستانی قانون میں تمہاری سزا موت کے سوا اور کچھ نہیں۔ جو کوئی بھی تمہارے ساتھ ہمدردی کے جذبات رکھتا ہے وہ بھی گستاخِ رسول ہے اور اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو بیس ملین روپے ہمارے ایک رفاہی ٹرسٹ میں جمع کروا دو جسے ہم نے بوریوالہ میں قائم کر رکھا ہے۔ بصورتِ دیگر یہاں سے نکل جاؤ۔ 15/اکتوبر کے بعد ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ تم اس دھمکی کے بارے میں جسے چاہو بتا دو۔ ہم عاشقانِ رسولؐ ہیں، ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ تمہاری زندگی موت کا فیصلہ اب تمہارے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے ساتھیوں میں ڈاکٹر نثار جٹ (ایم این اے)، چوہدری الیاس جٹ (سابق ایم این اے)، جنرل صفدر ملک (سابق گورنر)، سعید اقبال واہلہ، خالد لطیف مغل، سجاد رسول (ڈپٹی ڈی جی آئی ایس آئی)، اسلم ترین (سابق آئی جی پنجاب) اور کرنل تنویر جلال شامل ہیں۔ اور ہم سب حضرت ابوانیس محمد برکت علی لدھیانوی کے پیروکار ہیں۔ ہماری جماعت کے دوسرے کئی لوگ بڑے بڑے حکومتی عہدوں پر فائز ہیں۔ تم ہمیں نیچے دیے گئے نمبرز پر رابطہ کر سکتے ہو۔ از چوہدری ندیم۔ بوریوالہ‘

انہیں الفاظ پر مشتمل ایک دھمکی آمیز خط اڈہ شیخ فضل ضلع وہاڑی کے احمدی ڈاکٹر طارق محمود کو بھی بھجوایا گیا۔ دونوں خطوط پر بشیر جٹ سے موبائل فون نمبر 0332-8498786 رابطہ کرنے کا تحریر تھا۔ لازمی سی بات ہے کہ دونوں خطوط ایک ہی پارٹی کی طرف سے بھجوائے گئے تھے۔ اور آج کے دور میں موبائل نمبر کے ذریعے ان لوگوں تک پہنچنا مشکل نہیں۔ پولیس کو اس بارے میں اطلاع کر دی گئی ہے۔

کوٹلی ضلع آزاد کشمیر میں دھمکیاں

ستمبر، 2014ء: یہاں پر مجلس خدام الاحمدیہ کے قائد آفتاب احمد کو بھی ایک دھمکی آمیز خط موصول ہوا ہے۔

اس خط میں نامعلوم ’عاشقانِ رسولؐ (نعوذ باللہ) کی جانب سے آفتاب احمد، ان کے گھر والوں اور ان کے بھائی کو نہایت بے دردی کے ساتھ جان سے مار دینے کی دھمکیاں موصول ہوئی ہیں۔ مزید برآں معمول کے مطابق انہیں گالیاں دی گئیں۔

اس خط کے بعد کوٹلی میں رہنے والے تمام احمدیوں کو ظاہری طور پر بھی خاص حفاظتی اقدامات کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو کچھ دیر کے لیے اس شہر سے کہیں اور منتقل ہو جائیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس محسنِ انسانیت اور اسوۂ کامل رسول کے ’عاشق‘ ہونے کے یہ لوگ دعویدار ہیں، اپنے تو اپنے، اب تو غیر بھی جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام کی اس متشدّدانہ صورت سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے دین اسلام پر رحم فرمائے۔ آمین

(باقی آئندہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

عذابِ الٰہی اور قرآنِ مجید

جماعت احمدیہ امریکہ کے اردو ماہنامہ ''النور'' دسمبر 2010ء میں مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں عذاب الٰہی کے حوالہ سے قرآن کریم کے فرمودات کو بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں عذاب کا لفظ 320 مرتبہ وارد ہوا ہے اور دنیا و آخرت دونوں حوالوں سے آیا ہے۔ عذاب کے حوالہ سے درج ذیل قرآنی تراکیب بھی سامنے آتی ہیں: عذابِ عظیم، عذابِ الیم، عذابِ شدید، عذابِ کبیر اور عذابِ مہین وغیرہ۔ اگرچہ عذاب عذاب ہی ہوتا ہے۔ لیکن ان تراکیب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معارف کے خزانے انہی آیات کے سیاق وسباق میں موجود ہیں۔

قرآن کریم نے دنیوی عذاب کی جن قسموں کا ذکر کیا ہے ان میں زلزلہ، خوفناک آواز، بجلی، کڑک، بجلی کا گرنا، تیز طوفانی ہوا اور سیلاب نیز آتش فشانی عمل کے نتیجے میں جلتے ہوئے پتھروں کا برسنا وغیرہ شامل ہیں۔

عذاب کا ذکر کرنے کا مقصد نصیحت و تلقین اور تنبیہ ہی ہے۔ یعنی جو قومیں عذابِ الٰہی کا شکار ہوکر نشانۂ عبرت بن چکی ہیں ان کے اُن بداعمال وافعال سے بچنے کی مقدور بھر کوشش کی جائے جن کے ارتکاب نے اُنہیں عذاب کا مستوجب بنادیا۔ نیز یہ نکتہ بھی اس موضوع کے بار بار سامنے لانے کی حکمت میں شامل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں عذاب دینے پر قادر ہے تو آخرت میں بھی احتساب پر قادر ہے۔ اہلِ ایمان کے لئے یہ واقعات اُمید کی کرن بھی ہیں کہ الٰہی فرستادوں کو ماننے والے بے کس اور بے بس تو ہوسکتے ہیں مگر لاوارث نہیں۔

قرآن کریم نے ایسی جن اقوام کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ان میں حضرت نوحؑ کی قوم بھی شامل ہے۔ طوفانِ نوحؑ کا بیان قرآن مجید کے علاوہ تورات میں بھی موجود ہے بلکہ محققین کا خیال ہے کسی نہ کسی رنگ میں دنیا کے قدیم مآخذ میں اس کا ذکر مل جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ کی تکذیب و توہین کے بعد اللہ تعالیٰ نے منکروں کو غرق کردیا مگر ان کے سچے متبعین کو حضرت نوحؑ کے سفینے میں جگہ دے کر نجات بخشی۔ یہ سیلاب موجودہ عراق اور ترکی کے علاقوں میں آیا۔ سفینۂ نوحؑ کوہ ارارات (جودی) پر جا کر رُکا جو انہی علاقوں کا کوہستانی سلسلہ ہے۔

طوفانِ نوح میں بچ جانے والوں میں سے عاد کی نسل چلی اور پھلی پھولی مگر افسوس کہ ان لوگوں نے طوفان کے عبرتناک سبق کو فراموش کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہودؑ کو مبعوث فرمایا۔ یہ لوگ عرب کے جنوبی علاقے میں آباد تھے۔ عذابِ الٰہی نے اُنہیں اس طرح نیست و نابود کیا کہ وَقَطَعْنَا دَابِرَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا کی مہر ثبت کردی۔

حضرت صالحؑ کی قوم کو قوم ثمود کہا جاتا ہے۔ ان کے دارالحکومت کا نام حجر تھا۔ یہ قوم مدینہ کے شمال میں واقع پہاڑی علاقے میں آباد تھی۔ PETRA کے قدیم شہر میں پہاڑوں میں کھود کر بنائے جانے والے بعض مکانات کے آثار اب بھی محفوظ ہیں۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک علامت کے طور پر مقرر کردیا۔ مگر ان ظالموں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ اونٹنی کو ہلاک کرنے کے بعد وہ حضرت صالحؑ اور ان کے رفقاء کو قتل کرنے پر تُل گئے۔ شوخی میں یہاں تک کہنے لگ گئے کہ اگر سچے نبی ہو تو وہ عذاب ہم پر لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے دھمکاتے رہتے ہو۔ چنانچہ زلزلے نے اس ظالم قوم کو تباہ کردیا۔

قوم لوط موجودہ فلسطین و اسرائیل میں آباد تھی۔ سدوم اور گمورا ان کے بڑے مراکز تھے۔ حضرت لوطؑ عراق سے آکر اُن میں رہنے لگے۔ مقامی لوگوں نے اُنہیں ہمیشہ اجنبی اور غیر ہی سمجھا۔ ان کے لئے حضرت لوطؑ کی سچی ہمدردی اور خیرخواہی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت لوطؑ کو ''ان کا بھائی'' کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ جنسی بے راہروی اور ڈاکہ زنی ان کے دو نمایاں جرائم تھے۔ حضرت لوطؑ نے مقدور بھر تبلیغ و نصیحت کی مگر یہ ظالم ٹس سے مَس نہ ہوئے بلکہ حضرت لوطؑ کی پاکیزگی اور طہارت کا مذاق اُڑاتے رہے۔ چنانچہ ایک خوفناک آتش فشانی عمل نے اُس قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا۔ جلتے ہوئے پتھر ان پر برسائے گئے۔ سدوم اور گمورا کا نام ونشان مٹ گیا۔

قوم مدین یا اصحاب الایکہ (یعنی گھنے درختوں کے جھنڈ میں رہنے والوں) کی اصلاح کے لئے حضرت شعیبؑ کو مبعوث کیا گیا۔ یہ لوگ تجارت میں فراڈ کرتے تھے اور لین دین میں ڈنڈی مارنا ان کا معمول تھا۔ قوم لوطؑ کی طرح یہ لوگ ڈاکے بھی ڈالتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کرنے والے عذاب کی نوعیت واضح نہیں فرمائی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اس عذاب کو ''انتقامِ ربّانی'' قرار دیا ہے۔ یعنی اپنے مُرسل و مامور کے انکار و استہزاء کی سزا کو اپنا ''انتقام'' قرار دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک شعر ہے:

کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

مصر کی سرکش قوم بنی اسرائیل کے بادشاہ فرعون کو حضرت موسیٰؑ نے تبلیغ کی اور ان کے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ نے ان کی معاونت کی۔ اللہ تعالیٰ نے نشانات اور معجزات سے بھی حق وصداقت کی تائید کی مگر فرعون کی طرف سے انکار پر انکار اور میدانِ دلائل سے فرار پر اصرار جاری رہا۔ انجام کار، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے فرعون کے لاؤلشکر کو پانی کی لہروں میں غرق کردیا۔ بلکہ فرعون کے جسدِ خاکی کو آنے والی نسلوں کے لئے نشانِ عبرت کے طور پر محفوظ کردیا۔

قوم تبّع کا تعلق بعض مفسرین کے مطابق یمن سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حمیر خاندان کے ایک بادشاہ نے اپنا نام تُبّع رکھ لیا جو حبشی زبان میں ''سلطان'' یا بادشاہ کا متبادل ہے۔ اسی خاندان کے ایک بادشاہ ذُونواس نے، کئی صدیاں بعد، اپنے ملک کے عیسائیوں پر بڑا ظلم کیا۔ سورۃ البروج میں اس بادشاہ کے سفّاک فوجیوں کو ''اصحاب الاُخدود'' کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ تُبّع کو تباہ کرنے والے عذاب کی نوعیت بیان نہیں فرمائی۔

اسی طرح یمن میں آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل ایک اور قوم کو پانی کے عذاب یعنی سیلاب سے تباہ کیا گیا۔ وہ لوگ اپنے علاقے کی زرخیزی، زرعی معیشت اور انجینئرنگ پر نازاں تھے۔ انہوں نے اس زمانے میں ایک بہت بڑا ڈیم بنایا۔ تاریخ میں وہ معارب ڈیم کے نام سے مشہور ہے جس کی لمبائی 2 میل اور اونچائی 120 فٹ بیان کی گئی ہے۔ اس قوم کو تکبر اور گناہوں میں غرق ہونے کی سزا اس طرح دی گئی کہ معارب ڈیم ٹوٹ گیا اور سب ظالم اس میں غرق ہوگئے۔ باغات اور کھیت اُجڑ گئے۔ کڑوے پھل دینے والی جڑی بُوٹیاں ماتم کرنے کے لئے باقی رہ گئیں۔ قرآن مجید نے اس سیلاب کو ''سَیْلَ الْعَرِم'' (تندوتیز سیلاب) کے نام سے یاد فرمایا ہے

عذابِ الٰہی کے محرّکات جاننے سے قبل یاد رکھنا چاہئے کہ دُنیا میں محض اختلافِ عقاید کی وجہ سے عذاب نازل نہیں ہوتا۔ سب سے بڑا گناہ، شرک ہے اور اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا بیٹا تجویز کرنا اور اُسے تختِ اُلوہیت پر براجمان کرنا اُس سے بھی بڑا گُناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ کو اتنا بڑا گناہ قرار دیا کہ قریب ہے کہ اس سے زمین پھٹ کر تہ وبالا ہوجائے۔ مگر دو ہزار سال سے اس کی تبلیغ و ترویج ہورہی ہے اور زمین بھی اسی طرح قائم ہے۔ دراصل غلط عقیدوں کی وجہ سے عذاب مسلّط نہیں کیا جاتا۔ اختلافِ عقاید کا فیصلہ آخرت میں ہوگا۔ عذاب اس وقت آتا ہے جب منکرینِ صداقت......شوخی، بے باکی اور ظلم و تشدّد کی سب حدیں پار کرجاتے ہیں۔ اور جب گرفت ہوتی ہے تو سب چالاکیاں، عیاریاں اور تیاریاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچنے کا یہی طریق ہے کہ انسان دینی معاملات میں شوخی، شرارت، بیباکی اور گستاخی سے بچے۔ انبیاء و مرسلین اور مامورین کی توہین اور تضحیک سے مجتنب رہے۔ شعائراللہ کی توہین یا اُس کا ارادہ وعزم بھی بسااوقات اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے۔

یمن میں حکومت حبشہ کا وائسرائے ابرہہ 570ء یا 571ء میں کعبہ کو مُنہدم کرنے کے لئے ایک فوج کے ساتھ مکّہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس ناپاک اقدام سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی فوج کو تباہ و برباد کردیا۔ مُردار خور گدھوں اور اسی قسم کے پرندوں نے ابرہہ کے فوجیوں کی لاشوں کو نوچ نوچ کر اُن کے ڈھانچے بھوسے کی طرح کردیئے۔ اس عبرتناک واقعے کے حوالے سے عربوں نے اس سال کا نام ہی ''عام الفیل'' رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص مقامات اور اپنے پاک بندوں کے لئے، جنہیں وہ شعائراللہ کا مقام دے دیتا ہے، غیرمعمولی غیرت کا اظہار کرتا ہے۔

عذابِ الٰہی کی بعض اور شکلیں بھی ہیں جن کے اشارات تورات، انجیل اور قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اس عذاب میں اللہ تعالیٰ مغضوب اور معتوب قوم پر اس کے دشمن مسلّط کرکے سزا دلواتا ہے۔ اس عذاب کی مثالیں ہمیں بنی اسرائیل کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں اور تاریخِ اسلام میں بھی۔

یروشلم میں ہیکل سلیمانی بنی اسرائیل کا مقدس ترین مقام تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں ایک خیمہ کی شکل میں اس کی ابتدا ہوئی اور حضرت سلیمانؑ کے عہد میں ہزاروں کاریگروں نے سالہا سال کی محنت کے بعد اس عمارت کو مکمل کیا۔ مگر بابل کے بادشاہ نبوکدنضر (Nebuchadnezzar) نے 607 قبل مسیح میں ہیکل سلیمانی اور یروشلم کے تمام مکانات نذرآتش کردیئے۔ بنی اسرائیل کے بادشاہ زیدکیہ کے سامنے اس کے تمام بیٹوں کو قتل کروایا اور اس کے معًا بعد باپ کی آنکھیں نکلوادیں اور قتل و غارت کے بعد یہود کو قیدی بنا کر بابل لے گیا۔ یہود کے لئے یہ وقت ایک عذاب کی مانند تھا۔

اس کے ایک عرصہ بعد ذوالقرنین جنابِ سائرس نے یہود کو غلامی سے نجات دلوائی۔ یروشلم کو آباد کیا اور ہیکل سلیمانی دوبارہ ایک مقامی یہودی حکمران Herod نے تعمیر کروایا۔ اس کے جانشین نے بھی یہ کام جاری رکھا۔ مجموعی طور پر 46 سال کی تعمیر و تزئین کے بعد یہ عمارت مکمل ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہیکل کی یہ عظیم عمارت موجود تھی۔ مگر یہود کے علمائے خاصہ اور ان کے زیرِ اثر عام لوگوں نے اپنے مسیح موعود کا انکار کیا بلکہ اُسے عدالتوں میں کھینچا اور اُس کے قتل کے منصوبے بنائے اور اُسے صلیب پر مارنا چاہا۔ ان بداعمالیوں کے نتیجے میں بدقسمت قوم ایک بار پھر عذاب کی مستحق ٹھہری۔ اس بار قیصرِ روم کے جرنیل طیطُس (Titus) نے 70ء میں یروشلم کو نیست و نابود کردیا۔ ہزاروں شہری قتل کردیئے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہیکل سلیمانی کو منہدم کردیا گیا اور عمارت میں موجود اکثر تبرکات تباہ کردیئے گئے۔ سونے کے بنے ہوئے برتن اور دیگر اشیاء روم منتقل کردی گئیں۔ اس واقعہ پر تقریباً دو ہزار سال بیت چکے ہیں۔ ہیکل سلیمانی کی صرف ایک بیرونی دیوار (دیوارِ گریہ) رونے دھونے کے لئے باقی ہے۔ قرآن مجید نے بھی حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے بنی اسرائیل کو قبل از وقت متنبّہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

مسلمانوں نے جب بدقسمتی سے عملاً قرآن کریم کو مہجور کے طور پر چھوڑ دیا تو اُن کی ننگی پیٹھ پر بھی عذابِ الٰہی کا کوڑا برسا اور 1492ء میں سقوطِ غرناطہ کے وقت چشمِ مسلم کو یہ منظر بھی دیکھنا پڑا کہ سپین پر صدیوں حکومت کرنے والے مسلمانوں کے آخری بادشاہ عبداللہ نے اپنے ہاتھ سے شہر کی کلید عیسائی فاتح کو پیش کی جس نے بہت بڑی صلیب اپنی فتح کی یاد میں محل پر آویزاں کردی۔

اس سانحہ کے بعد کی کہانی کتابوں میں محفوظ ہے۔ عیسائی فاتحین نے مسلمانوں کی تعمیر کردہ عمارتیں تباہ نہیں کیں۔ مسجدیں گرجوں میں تبدیل کردی گئیں۔ محلّات میں خود رہنے لگے۔ البتہ مسلمان چُن چُن کر قتل کئے گئے یا

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 2 نومبر 2010ء میں مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ کا کلام شامل اشاعت ہے۔ اس میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

آہیں جھکڑ بن جاتی ہیں اور آنسو سیلاب
ظلم کی بستی ہو جاتی ہے آخر کو غرقاب
اجڑے، بستے شہر یکایک، ڈوب گئے دیہات
مظلوموں کی آنکھ سے شائد ٹپکا ہو یہ آب
جانے کیسا ظلم ہوا جو سوکھی دھرتی روئی
اور فلک بھی رویا عرشیؔ بھول کے سب آداب
قہر خدا کا ہر اک فاسق فاجر قوم پہ بھڑکا
تم کو پھر کیا لگا ہوا ہے کوئی پرِ سُرخاب
پانی سر تک آپہنچا ہے پھر بھی تشنہ لب ہو
منہ موڑا اس چشمے سے جو کرتا ہے سیراب
نفرت کے جب وعظ کریں دن رات یہ اہلِ منبر
کام نہیں پھر آسکتے یہ ماتھوں کے محراب

جلاوطن کردیئے گئے۔ جو وہیں رہنا چاہتے تھے وہ مرتد ہوگئے۔ ہزاروں کی تعداد میں قرآن کو جلایا گیا۔ اس سے قبل 1258ء میں ہلاکو خان نے سلطنتِ اسلامیہ کے دارالحکومت بغداد کو تباہ کردیا۔ مساجد، محلّات، قلعوں، بازاروں اور کتب خانوں کو نیست و نابود کردیا۔ عباسی خلیفہ کو شہید کردیا گیا۔ مورخین نے اٹھارہ سے بیس لاکھ مسلمان مقتولوں کی تعداد بتائی ہے۔ اسی طرح سقوطِ دہلی 1857ء، سقوطِ ڈھاکہ 1971ء اور سقوطِ کابل 1979ء کے واقعات اور اُن کے نتائج کو عذاب کے علاوہ اور کیا نام دیا جاسکتا ہے؟

سورۃ الھمزہ کی آیات 5 تا 10 میں ایٹم بم میں مقیّد مشروم نما آگ کی تباہی اور تابکاری کا اشارہ موجود ہے۔ آج دنیا میں ایٹمی دھماکہ خیز مواد کی بڑی مقدار میں موجودگی اس عذاب کو کسی وقت بھی وارد کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ پانی کے بڑے بڑے ڈیم زلزلہ یا کسی اور زمینی یا قدرتی آفت سے ٹوٹ سکتے ہیں۔ اس صورت میں آنے والا سیلِ بے پناہ، طوفانِ نوحؑ کی شکل اختیار کرلے گا۔

انبیاء اور الٰہی فرستادوں کا انکار کرنے والے لوگ متکبر اور مغرور ہوتے ہیں جنہیں اپنے علم، مال، اولاد، خاندان، حسب نسب، دنیوی وجاہت اور سیاسی جتھوں اور حلیفوں پر ناز ہوتا ہے۔ ان عارضی اور فانی ’’اثاثوں‘‘ پر بھروسہ کرکے اولیاء الرحمٰن سے گستاخیاں کرتے ہیں اور اس شوخی میں یہاں تک بڑھ جاتے ہیں کہ خدائے قادر کے تقدّس پر حملے کرتے ہیں اور عذاب کے مسلّط کئے جانے کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔ پھر یا تو عذاب کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں یا تھوڑی سی مہلت ملنے پر، ان کی باقیات اس قسم کی گستاخیوں میں مزید بڑھ جاتی ہے۔ حالانکہ یہ نرمی یا تاخیر اس وجہ سے درپیش آتی ہے کہ شدید اور الیم عذاب مقدر ہوچکا ہوتا ہے جو اُن کا تعاقب کررہا ہوتا ہے۔ مگر ایسے لوگ اپنے دلوں کو جھوٹی تسلیاں دیتے ہیں اور دوسروں کی گھبراہٹ دُور کرنے کے لئے خود ساختہ ڈھکوسلوں کا سہارا لیتے ہیں۔ بلکہ خود کو مقبولانِ الٰہی کی صف میں شمار کرتے ہیں۔

پاکستان میں 2010ء کے سیلاب یا 2005ء کے زلزلے کو ’’عذاب‘‘ کہنے سے گُریز کرنے والے لوگ نفسیاتی بیمار ہیں۔ قوم کے افراد کے دل و دماغ میں بات ٹھونس دی گئی ہے کہ وہ دُنیا کی افضل ترین قوم ہیں جنہیں کُرّۂ ارض کی تمام قوموں کو بزورِ شمشیر مغلوب کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ہرفن مولا ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں وہ سب کے امام ہیں۔

فرقانِ حمید نے حق و باطل کو واضح کردیا ہے۔ اس تمیز کی استعداد سعید اور رشید انسانوں کی فطرتِ صحیحہ میں ودیعت کردی گئی ہے۔ البتہ راستے کے انتخاب کے لئے سب آزاد ہیں۔ چاہیں تو اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر یا اصحاب الفیل کے نصیب سے حصہ لیں یا پھر اُن اصحاب الرسولؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں جنہیں اُن کے ربِّ جلیل نے قرآن مجید میں ہی رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ کا تمغۂ اعزاز عطا فرمایا ہے۔

مکرم سید طاہر احمد بخاری صاحب

ماہنامہ ’’احمدیہ گزٹ‘‘ کینیڈا نومبر 2010ء میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق جماعت احمدیہ کینیڈا کے سب سے پہلے نیشنل صدر مکرم سید طاہر احمد بخاری صاحب 25 ستمبر 2010ء کو 79 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ آپ کی تدفین میپل ریجن میں ہوئی۔ آپ نے اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا بھی یادگار چھوڑے۔

مکرم سید طاہر احمد بخاری صاحب حضرت سید عزیزالرحمٰن شاہ صاحبؓ آف بریلی کے پوتے اور محترم سید عبداللہ شاہ صاحب کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ 1954ء میں کینیڈا تشریف لائے اور کینیڈا میں جماعت احمدیہ کے بانی مبانی ابتدائی رکن تھے۔ آپ نہایت ہمدرد، خیرخواہ، مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ ایک صاف گو، شریف النفس اور اصول پسند انسان تھے۔ عہدہ سے بے نیاز ہوکر خدمت دین کو مقدّم جانتے۔ اپنی آخری علالت سے قبل تک انتہائی عاجزی اور انکساری سے احمدیہ مرکز بیت الاسلام میں تشریف لاکر خدمت بجالاتے رہے۔

محترمہ رضیہ غوری صاحبہ

لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے رسالہ ’’النصرت‘‘ دسمبر 2010ء میں محترمہ رضیہ غوری صاحبہ (اہلیہ مکرم محمد اکرم خان غوری صاحب) کا ذکرخیر اُن کی بیٹی مکرمہ صالحہ غوری صاحبہ کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

محترمہ رضیہ غوری صاحبہ کا تعلق جالندھر (انڈیا) کے ایک متوسّط گھرانہ سے تھا۔ بہت چھوٹی عمر میں والد کے سایہ سے محروم ہوگئیں۔ اُس وقت آپ لڑکیوں کے سکول ’مدرسۃ البنات‘ میں تعلیم پارہی تھیں۔ والد کی وفات کے بعد آپ کی صحت پر بہت منفی اثر ہوا اور آپ کو قدرے آسان پڑھائی والے سرکاری سکول میں داخل کروانا پڑا۔ گھر کا ماحول بہت مذہبی تھا اور بہت سے بچے اردو اور قرآن کریم پڑھنے آیا کرتے تھے۔ آپ کا بچپن بھی ایسے گزرا کہ آپ کی والدہ آپ کی گود میں قرآن کریم کھول کر رکھ دیتیں اور خود زبانی لمبی سورتوں کی تلاوت شروع کردیتیں۔ جب صفحہ بدلنا ہوتا تو اُس کا بھی بتادیتیں۔

چالیس کی دہائی میں آپ کے خاندان نے احمدی اور غیراحمدی علماء کے درمیان ایک مناظرہ کا اہتمام کیا۔ عورتیں بھی شامل ہوئیں۔ محترمہ رضیہ غوری صاحبہ اس مناظرہ کے بعد تفصیلی مطالعہ کے نتیجہ میں صرف 19 سال کی عمر میں احمدی ہوگئیں اور کچھ عرصہ بعد وصیت بھی کردی۔ آپ نے عقیدت کی بنا پر تیسرے حصہ کی وصیت کی تھی لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ وصیت دسویں حصہ کی کریں تاکہ دیگر تحریکات میں بھی شامل ہوسکیں۔ پھر آپ نے اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو بھی احمدیت میں داخل کرلیا اور اپنے بھائی (مکرم قاری محمد یاسین صاحب جو بسلسلہ معاش افریقہ میں مقیم تھے) کو بھی ایک تفصیلی تبلیغی خط لکھا۔ انہوں نے جواباً لکھا کہ مَیں تو کئی سال پہلے احمدی ہوچکا ہوں لیکن یہ بات خفیہ رکھی ہوئی تھی۔ اگرچہ محترمہ رضیہ صاحبہ کو دیگر رشتہ داروں کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ کچھ عرصہ بعد شدید مخالف بھائی (محمد یامین ندیم صاحب) بھی احمدی ہوگئے تو پھر اس فیملی کا سوشل بائیکاٹ کردیا گیا جو تقسیم ملک تک جاری رہا۔

تقسیم ملک کے بعد آپ کی شادی ہوگئی۔ آپ کے خاوند کی پہلی بیوی پانچ چھوٹے بچے چھوڑ کر وفات پاگئی تھیں۔ چنانچہ آپ کو گھربار کے ساتھ بچوں کو بھی سنبھالنا پڑا۔ آپ میں خداتعالیٰ کا بہت خوف تھا چنانچہ ان بچوں کی پرورش بھی اپنے بچوں کی طرح ہی کی اور ان بچوں کی والدہ کے رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک کرتیں اور جماعت کی کئی مالی تحریکات میں مرحومہ کی طرف سے چندہ بھی ادا کرتیں۔ بیواؤں اور غریب رشتہ داروں کی بھی فراخدلانہ امداد کرتیں۔ آپ کے شوہر کا تعلق ہریانہ کے ایک متموّل کاروباری گھرانہ سے تھا۔ انہوں نے افریقہ جاکر احمدیت قبول کی تھی۔ وہ ہمیشہ اس امر پر شکرگزار رہے کہ انہیں دونوں بارنیک شریک حیات عطا ہوئیں۔

محترمہ رضیہ صاحبہ نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا غیرمعمولی خیال رکھا۔ دوسروں کے بچوں کو بھی حتّٰی کہ نوکر اگر مسلمان ہوتا تو اُس کو بھی نماز قرآن سکھانے کی کوشش کرتیں۔ ہروقت دعاؤں کا ورد ہوتا اور فارغ اوقات میں اکثر نوافل ادا کرتیں۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی نہ کوئی کتاب آپ کے زیرمطالعہ رہتی۔ پہلے میرے چاروں بھائیوں کو دینی ماحول میں تعلیم دلوانے کے لئے افریقہ سے ربوہ بھجوایا۔ پھر مجھے بھجوانے کا وقت آیا تو خود بھی ربوہ آکر آباد ہوگئیں۔ دعا پر بہت زور دیتیں اور اللہ تعالیٰ بھی تسلّی بخش حالات پیدا فرمادیتا۔ اپنے محلّہ کی صدر بھی منتخب ہوئیں اور ربوہ میں اوّل پوزیشن بھی حاصل کی۔ بعدازاں سپین میں اور اسلام آباد (یوکے) میں بھی صدر لجنہ رہنے کی توفیق ملی۔ آپ کے شوہر نے زندگی وقف کی تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اُنہیں سپین بھجوایا اور آپ بھی ساتھ گئیں اور خدمت کی توفیق پائی۔

یکم دسمبر 2006ء کو وفات پائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بروک وُڈ کے قطعہ موصیان میں تدفین ہوئی۔

محترمہ رسول بی بی صاحبہ

لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے رسالہ ’’النصرت‘‘ دسمبر 2010ء میں محترمہ رسول بی بی صاحبہ کا ذکرخیر اُن کی نواسی مکرمہ عائشہ منہاس صاحبہ کے قلم سے شائع ہوا ہے۔

محترمہ رسول بی بی صاحبہ کی ولادت 1901ء میں حضرت ولی داد صاحبؓ کے ہاں مراڑہ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ ہروقت عاجزی سے اپنے ربّ کا شکرادا کرتے رہنا اُن کا شعار تھا۔ تہجد اور فجر کے درمیان باقاعدگی سے دعاؤں میں وقت گزارتیں۔ اکثر نوافل کی ادائیگی میں مصروف ہوتیں۔ خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں چار بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔ کسی کے معاشی مسائل ہوں، کسی کی ترقی نہ ہورہی ہو، کسی کو مکان بنانے کی استطاعت نہ ہو۔ الغرض خداتعالیٰ ان کی دعا کے نتیجہ میں اپنا خاص فضل فرماتا جو غیرمعمولی ہوتا۔

اگست 1969ء میں آپ کی پیاری بیٹی اور نامور داماد (جنرل اختر حسین ملک صاحب) ترکی میں ایک حادثہ میں وفات پاگئے تو محترمہ رسول بی بی صاحبہ کی زبان سے کوئی جزع فزع کا کلمہ نہیں نکلا۔ صرف آنکھ سے آنسو بہتے۔ پھر صحت تیزی سے گرنے لگی اور 1979ء میں ان کی وفات ہوگئی۔

ایک بار انہیں علم ہوا کہ پاکستان کے ایک نامور سیاستدان نے اپنے اوپر لگائے جانے والے احمدی ہونے کے الزام کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں نازیبا کلمات کہے ہیں تو انہوں نے انتہائی کرب سے کہا کہ اب یہ سیاست میں کبھی کامیاب نہیں ہوگا......۔ اور پھر ایسا ہی دیکھنے میں آیا۔

ان کے گاؤں میں ایک پیر صاحب بھی احمدیت کے شدید مخالف تھے، آپ بے دھڑک اُن کے ہاں تبلیغ کے لئے جایا کرتیں اور اُن کو بتاتیں کہ ایک دن آئے گا کہ جب ریڈیو پر احمدیت کی تبلیغ ہُوا کرے گی۔

ایک بار اُن کو خواب میں احمدیت کے تین مراکز دکھائے گئے۔ ایک قادیان، دوسرا ربوہ اور تیسرا خوب سرسبز و شاداب اور کبوتروں والا تھا۔ یہ خواب ان کی وفات کے کئی سال بعد خلیفۃ المسیح کی ہجرت کے نتیجہ میں پورا ہوا۔

مسجد حسن الثانی مراکش

ماہنامہ ’’خالد‘‘ جولائی 2010ء میں منفرد طرز کی مسجد حسن الثانی کا تعارف شامل اشاعت ہے جو مسجد ’’بیت الحرام‘‘ کے بعد دنیا کی دوسری بڑی مسجد ہے۔

یہ مسجد مراکش کے شہر کاسابلانکا میں واقع ہے اور اس کا ڈیزائن فرانسیسی ماہر تعمیرات مائیکل پنیسو نے تیار کیا ہے۔ اس میں ایک لاکھ سے زائد نمازیوں کی گنجائش ہے۔ اس کی تعمیر پر 80 کروڑ ڈالر لاگت آئی تھی۔ اس کے مینار کی بلندی 210 میٹر ہے۔ مسجد کی تعمیر اس طرح کی گئی ہے کہ اس کا نصف حصہ سمندر سے حاصل کی گئی زمین پر اور نصف حصہ بحراوقیانوس کی سطح پر ہے۔ اس کے فرش کا ایک حصہ شیشے کا ہے جہاں سے سمندر کا پانی دکھائی دیتا ہے۔

اسلامی فن تعمیر کے ساتھ ساتھ یہ کئی جدید سہولیات سے مزیّن ہے جن میں زلزلہ سے محفوظ ہونا، فرش کے اندر گرم ہونے کی صلاحیت، ضرورت کے مطابق چھت کو کھولنے یا بند کرنے کی سہولت اور برقی دروازے شامل ہیں۔ اس کی طرز تعمیر سپین میں قائم الحمرا اور مسجد قرطبہ سے ملتی جلتی ہے۔ اس مسجد کے تعمیراتی کام کا آغاز 12 جولائی 1986ء کو ہوا اور چھ ہزار ماہرین کی کوششوں کے نتیجہ میں 30 اگست 1993ء کو افتتاح عمل میں آیا۔

ماہنامہ ’’مصباح‘‘ ربوہ مارچ 2010ء میں مکرم سراج الحق قریشی صاحب کی ایک نعت شائع ہوئی ہے۔ اس نعت میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

سب حسینوں سے حسیں آپؐ کی ذاتِ اقدس
پیار و اُلفت کی امیں آپؐ کی ذاتِ اقدس
مظہرِ نُورِ خدا چشمۂ رُشد و ہدیٰ
نُورِ ایمان و یقیں آپؐ کی ذاتِ اقدس
زینتِ کون و مکاں ، رفعتِ عظمت و شاں
زینتِ خُلدِ بریں آپؐ کی ذاتِ اقدس
دینِ برحق کو کیا آپؐ نے غالب سب پر
شوکت و سطوتِ دیں ، آپؐ کی ذاتِ اقدس

ماہنامہ ’’احمدیہ گزٹ‘‘ کینیڈا نومبر 2010ء میں مکرم ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر صاحب کی ’’شہدائے لاہور‘‘ کے حوالہ سے ایک نظم شائع ہوئی ہے جس میں سے انتخاب پیش ہے:

زندگی بھر کی اذیّت سے کڑا تھا وہ دن
جب مری روح کا ہر زخم چھلک اُٹھا تھا
دُکھ تو پہلے بھی بہت جھیلے تھے، اُس روز مگر
شعلۂ غم تھا کہ رگ رگ میں بھڑک اٹھا تھا

یوں رگِ جان سے چھلکا در و دیوار پہ خوں
کسی پوشاک پہ چھینٹے ، کسی دستار پہ خوں
عہدِ جمہور پہ اِک حرفِ ملامت ٹھہرا
کسی پیشانی سے بہتا لب و رخسار پہ خوں

کبر شاہوں کا اُٹھائے ہوئے سر ڈولتا ہے
جب کوئی خاک میں آنکھوں کے گہر رولتا ہے
’’لب خاموش کی خاطر وہی لب کھولتا ہے
جب نہیں بولتا بندہ تو خدا بولتا ہے‘‘

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
December 12, 2014 – December 18, 2014

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday December 12, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50 Yassarnal Quran
01:15 Reception At Baitul Muqeet Mosque: Recorded on November 02, 2013.
02:30 Pushto Service
03:10 Tarjamatul Quran Class
04:15 Kasre Saleeb
04:55 Liqa Maal Arab
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25 Yassarnal Quran
06:50 Reception In New Zealand Parliament: Recorded on November 04, 2013.
07:35 Siraiki Service
08:20 Rah-e-Huda
09:50 Indonesian Service
10:55 Deeni-O-Fiqahi Masail
11:25 Tilawat & Dars-e-Hadith
11:40 Ghazwat-e-Nabi
12:30 Live Transmission From Baitul Fatuh
13:00 Live Friday Sermon
14:00 Live Transmission From Baitul Fatuh
14:35 Shotter Shondane
15:35 Dua-e-Mustaja'ab
16:20 Friday Sermon [R]
17:30 Yassarnal Quran
18:00 World News
18:25 Reception In New Zealand Parliament [R]
19:25 MTA Variety
20:10 Deeni-O-Fiqahi Masail
21:00 Friday Sermon [R]
22:20 Rah-e-Huda

Saturday December 13, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45 Yassarnal Qur'an
01:20 Reception In New Zealand Parliament [R]
02:10 Friday Sermon: Recorded on December 12, 2014.
03:20 Rah-e-Huda
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 349.
06:00 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30 Al-Tarteel
07:00 Lajna Refresher Course: Recorded on December 07, 2014.
08:00 International Jama'at News
08:30 Story Time
09:00 Question And Answer session: Recorded on December 08, 1996.
09:55 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon [R]
12:15 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
12:30 Al-Tarteel
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan: Live poem request programme.
14:00 Shotter Shondane
15:05 Spotlight
16:00 Live Rah-e-Huda
17:35 Al-Tarteel
18:05 World News
18:25 Lajna Refresher Course: Recorded on December 07, 2014. [R]
19:30 Faith Matters
20:30 International Jama'at News
21:00 Rah-e-Huda
22:30 Story Time
22:50 Friday Sermon [R]

Sunday December 14, 2014

00:05 World News
00:25 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:50 Al-Tarteel
01:20 Lajna Refresher Course: Recorded on December 07, 2014.
02:30 Story Time
02:50 Friday Sermon: Recorded on December 12, 2014.
04:05 Kuch Yaadain Kuch Baatain
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 350.
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:15 Yassarnal Quran
06:35 Ireland Nasirat Mulaqat: Recorded on September 27, 2014.
07:35 Faith Matters
08:30 Question And Answer Session: Recorded on June 28, 1996.
10:00 Live Asr-e-Hazir
11:05 Friday Sermon: Spanish translation of Friday sermon delivered on November 08, 2013.
12:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:35 Yassarnal Quran
13:00 Friday Sermon [R]
14:10 Shotter Shondhane
15:15 Ireland Nasirat Mulaqat [R]
16:30 Ashab-e-Ahmad
17:05 Kids Time
17:30 Yassarnal Quran
18:00 World News
18:30 Ireland Nasirat Mulaqat [R]
19:30 Faith Matters
20:40 Roots To Branches
21:15 MTA Variety
22:00 Friday Sermon [R]
23:10 Question And Answer Session

Monday December 15, 2014

00:35 World News
01:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
01:40 Yassarnal Quran
02:00 Ireland Nasirat Mulaqat
03:00 Friday Sermon: Recorded on December 12, 2014
04:05 MTA Variety
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 344.
06:00 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30 Al-Tarteel
07:00 Reception In Nagoya, Japan: Recorded on November 09, 2013.
08:00 International Jama'at News
08:35 Ilmul Abdaan
09:05 Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on May 13, 1999.
10:05 Friday Sermon: Indonesian translation of Friday sermon delivered on August 22, 2014.
11:00 Malayalam Service
11:35 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
12:00 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
12:35 Al-Tarteel
13:00 Friday Sermon: Recorded on Februrary 27, 2009.
14:10 Bangla Shomprochar
15:15 Malayalam Service
16:00 Rah-e-Huda
17:30 Al-Tarteel
18:00 World News
18:30 Reception In Nagoya, Japan[R]
19:30 Somali Service
20:10 Science Ufaq
20:30 Rah-e-Huda
22:00 Friday Sermon [R]
23:15 Malayalam Service

Tuesday December 16, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:55 Al-Tarteel
01:30 Reception In Nagoya
03:00 Friday Sermon: Recorded on Februray 27, 2009.
04:20 Ilmul Abdaan
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 353.
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:35 Yassarnal Quran
07:00 Lajna Mulaqat Ireland: Recorded September 27, 2014.
08:00 Alif Urdu
08:15 Australian Service
08:45 Question And Answer Session: Recorded on June 28, 1996.
10:10 Indonesian Service
11:10 Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on December 12, 2014.
12:15 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:35 Yassarnal Quran
13:00 MTA Variety
13:45 Noor-e-Mustafwi
14:00 Bangla Shomprochar
15:00 Spanish Service
15:30 Asr-e Hazir
16:45 Aadab-e-Zindagi
17:30 Yassarnal Qur'an
18:00 World News
18:20 Lajna Mulaqat Ireland [R]
19:30 Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on December 12, 2014.
20:30 Alif Urdu
21:00 Press Point
22:00 Asr-e-Hazir
23:00 Question And Answer Session [R]

Wednesday December 17, 2014

00:30 World News
00:45 Tilawat & Dars-e-Hadith
01:15 Yassarnal Quran
01:30 Lajna Mulaqat Ireland
02:30 Alif Urdu
03:00 Noor-e-Mustafwi
03:15 Australian Service
03:45 Aadab-e-Zindagi
04:20 MTA Travel
04:55 Liqa Maal Arab
06:00 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:35 Al-Tarteel
07:05 Jalsa Salana Spain Address: Recorded on April 03, 2010.
08:10 MTA Variety
09:15 Question And Answer Session: Recorded on December 08, 1996.
10:05 Indonesian Service
11:10 Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on December 12, 2014
12:15 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
12:30 Al-Tarteel
13:00 Friday Sermon: Recorded on February 27, 2009.
14:10 Shotter Shondane
15:15 Deeni-O-Fiqahi Masail
16:20 Faith Matters
17:30 Al-Tarteel
18:00 World News
18:20 Jalsa Salana Spain Address [R]
19:25 French Service: Horizons d'Islam
20:30 Deeni-O-Fiqahi Masail
21:35 Friday Sermon [R]
22:50 Intikhab-e-Sukhan

Thursday December 18, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
00:40 Al-Tarteel
01:10 Jalsa Salana Spaim Address
02:15 Deeni-o-Fiqahi Masail
02:50 MTA Variety
03:55 Faith Matters
04:55 Liqa Maal Arab
06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
06:45 Yassarnal Quran
07:10 Huzoor's Tour Of The Far East: Recorded on December 18, 2013.
07:45 Aadab-e-Zindagi
08:20 Kasre Saleeb
08:55 Tarjamatul Quran Class: Recorded on February 24, 1998.
10:00 Indonesian Service
11:05 Japanese Service
12:05 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:45 Yassarnal Quran
13:00 Kasre Saleeb
14:00 Friday Sermon
15:10 Alif Urdu
15:30 Aadab-e-Zindagi
16:05 Persian Service
16:35 Tarjamatul Quran Class [R]
17:40 Yassarnal Quran
18:00 World News
18:20 Huzoor's Tour Of The Far East [R]
18:55 Kasre Saleeb
19:30 Live German Service
20:35 Faith Matters
21:35 Tarjamatul Quran Class [R]
22:55 Aadab-e-Zindagi

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 21 | Friday 05 December, 2014 | Issue No. 49

❁...... ISIS اوراس قسم کے نظریات کے حامل دوسرے گروہ دنیا کے لئے ایک خطرہ ہیں۔ اور یہ حقیقت کہ یہ سب اسلام کے نام پر ہو رہا ہے امن پسند اور حقیقی مسلمانوں کو سخت دکھ اور تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہے کیونکہ خواہ کچھ بھی ہو اس قسم کے بہیمانہ اور ظالمانہ نظریات کا مذہب کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ حقیقی اسلامی تعلیمات تو ہر حال میں اور ہر سطح پر دوسروں کیلئے امن اور تحفظ کا ذریعہ ہیں۔

❁...... اگر کوئی شخص انصاف کے ساتھ اور بغیر کسی تعصب کے اسلام کے ابتدائی دَور کی تاریخ کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسلمانوں کا کردار بے داغ تھا۔ انہوں نے نہ تو کسی جنگ کی ابتدا کی اور نہ ہی کسی ملک پر قبضہ کرنا چاہا۔ بلکہ جہاں بھی اسلامی تعلیمات پہنچانے کی کوشش کی وہ پُر امن تبلیغ کے ذریعہ ہی کی۔

❁......قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دوسروں کی دولت پر حرص والی نظر نہیں رکھنی چاہئے اور یہ اصول اپنی ذات میں ہی دنیا کے امن کے لئے ایک سنہرا اصول ہے۔

متعدد قرآنی آیات کے حوالہ سے اسلام کی امن وآشتی پر مبنی اسلامی تعلیمات کا تذکرہ

❁......میں ان لوگوں، تنظیموں اور سیاستدانوں سے پوچھتا ہوں، جو انتہا پسند گروہوں کے مظالم کو بنیاد بنا کر دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام شدت پسندی کا مذہب ہے کہ وہ غور کریں کہ یہ گروہ اتنے فنڈز کہاں سے لے رہے ہیں جن سے وہ ایک لمبے عرصہ تک دہشت گردی اور جنگی کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں؟ وہ اتنے جدید ہتھیار کیسے حاصل کر لیتے ہیں؟ کیا ان کے پاس اسلحہ ساز کارخانے اور صنعتیں ہیں؟ ظاہر ہے کہ انہیں بعض طاقتوں کی مدد اور حمایت حاصل ہے۔ یہ تیل کی دولت سے مالا مال مسلم ریاستوں کی مدد بھی ہوسکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عالمی طاقتیں خفیہ طور پر انہیں مدد فراہم کر رہی ہوں۔ ❁......ان گروہوں کی فنڈنگ کو روکنے کے لئے فوری طور پر کچھ کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر دنیا ان جنگی اور انتہا پسند گروہوں کو ختم کرنے کا ارادہ کر لے تو یہ بہت کم عرصہ میں ختم ہو سکتے ہیں۔ ❁......تمام امن پسند لوگ اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالیں اور ہر سیاستدان اور بااثر شخصیت تو لازماً اس ضمن میں اپنا کردار ادا کرے اور اپنے اپنے دائرۂ اثر میں حقیقی انصاف قائم کرتے ہوئے اور نقصِ امن سے بچنے کے لئے سخت اقدامات اٹھاتے ہوئے، دنیا میں امن قائم کرنے کی جستجو کرے۔ ❁......سب سے بڑھ کر اس امر کی ضرورت ہے کہ دنیا اس بات کا احساس کرے کہ وہ اپنے خالق کو بھلا چکی ہے اور یہ کہ اسے واپس اپنے خالق کی طرف آنا ہوگا اور یہی وہ واحد راہ ہے جس سے حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے اور اس کے بغیر امن کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر اہتمام منعقدہ 11ویں پیس سمپوزیم میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب

(رپورٹ مرتّبہ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

قسط نمبر 2

مہمانوں کے ایڈریسز کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب فرمایا۔

خطاب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تشہد و تعوذ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

تمام معزز مہمانان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔

سب سے پہلے تو اس موقع پر میں اُن تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جو اس امن کانفرنس میں شرکت کیلئے تشریف لائے ہیں۔ آپ میں سے اکثر جانتے ہیں کہ گزشتہ دس سالوں سے اس 'پیس سمپوزیم' (امن کانفرنس) کا ہر سال انعقاد ہو رہا ہے اور یہ جماعت احمدیہ مسلمہ کے سالانہ کیلنڈر کا مستقل حصہ بن چکا ہے۔ اس کانفرنس کا انعقاد بالعموم مارچ میں ہوتا ہے لیکن امسال بعض وجوہات کی بناء پر نومبر تک تاخیر کرنی پڑی۔ آج Rememberance Day بھی ہے جس کی وجہ سے بعض احباب جنہیں مدعو کیا گیا تھا وہ شاید شامل نہیں ہوسکے۔ بہرحال میں آپ سب کا بہت شکرگزار ہوں۔ آپ کی تشریف آوری سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ 'امن' کے بارے میں کسی مسلمان فرقہ کا نقطۂ نظر بھی سننا چاہتے ہیں کیونکہ آج کے دور میں 'امن' کے متعلق بہت کچھ کہا جا رہا ہے اور دنیا بھر میں بہت سے اختلافات ابھر کر سامنے آئے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

یقیناً موجودہ دور کے حالاتِ حاضرہ دنیا کی اکثریت کیلئے تشویش اور خوف کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ گوکہ یہ نہایت قابلِ افسوس امر ہے لیکن پھر بھی مجھے اعتراف کرنے میں کوئی تردد نہیں کہ دنیا میں ہمیں جو فساد نظر آ رہا ہے وہ زیادہ تر بعض نام نہاد مسلمانوں کی حرکتوں کی وجہ سے ہے۔ ایک امن پسند مسلمان جو اپنے عقیدہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے اس کیلئے یہ نہایت دکھ اور افسوس کا باعث ہے۔ گزشتہ سال کے دوران ایک خاص تنظیم نے نہایت سفّاکانہ طور پر اپنی دہشت کا جال بچھایا ہے اور دنیا کیلئے باعثِ تشویش بن گئی ہے۔ میں شدت پسندوں کی اُس تنظیم کی بات کر رہا ہوں جسے عام طور پر ISIS یا IS کے نام سے جانا جاتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس دہشت گرد تنظیم کی حرکتوں سے نہ صرف مسلمان ممالک متاثر ہو رہے ہیں بلکہ یورپ اور دور دراز کے ممالک بھی اس گروپ کی بہیمیت کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپ اور بعض دیگر ممالک کے مسلمان نوجوانوں کی پریشان کن حد تک تعداد اس بات پر یقین کرنے لگ گئے ہیں کہ ISIS ہی اسلام کی حقیقی تصویر ہے اور یہ نوجوان اس کے نظریات کی مکمل حمایت کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہ ان کی مدد کا بلکہ ان کی خاطر جنگ لڑنے کا مصمم ارادہ کئے بیٹھے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

کہا جاتا ہے کہ یہاں یوکے سے ہی قریباً 500 لوگ جن میں اکثر نوجوان ہیں ISIS کیلئے ایک ایسی جنگ لڑنے شام اور عراق جاچکے ہیں جس کے بارہ میں شدت پسندوں کی یہ تنظیم جھوٹا دعویٰ کرتی ہے کہ یہ جنگ اسلام کی خاطر لڑی جارہی ہے۔ اگر ہم صرف یورپ سے اس نام نہاد جہاد کیلئے جانے والوں کی تعداد کا اندازہ لگائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی اور دیگر یورپین ممالک کی نسبت برطانیہ سے عراق اور سیریا جانے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

یہ برطانیہ کیلئے نہایت خطرہ اور تشویش کا باعث ہے کیونکہ ISIS اور اس کے نام نہاد 'خلیفہ' کا ایجنڈا اور عزائم انتہائی گھناؤنے اور بہیمانہ ہیں۔ کہا جارہا ہے کہ ان کا خلیفہ دنیا سے بدلہ لینا چاہتا ہے اور سرحدوں اور قوموں کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو ساری دنیا کا آقا بنانا چاہتا ہے اور غیر مسلموں کو مسلمانوں کا غلام یا ان کی ملکیت بنانا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے جذبات کو کسی

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں